بسم اللہ الرحمن الرحیم ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

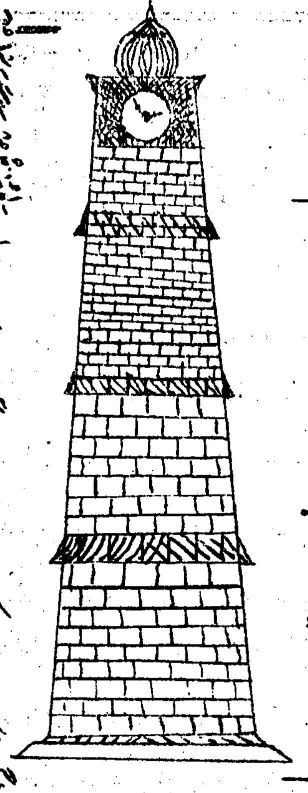
انہ اوی القریة

الحکم

دار الامان قادیان

چہ گویم با تو گر آئی چہ در قادیان بینی
دو صد بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی



نمبر ۴۴-۴۵ | ۳۰ نومبر و ۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء | جلد ۷

تذکرة الشہادتین

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

اس زمانہ میں اگرچہ آسمان کے نیچے طرح طرح کے ظلم ہو رہے ہیں۔ مگر جس ظلم کو ابھی میں ذیل میں بیان کروں گا۔ وہ ایک ایسا دردناک حادثہ ہے کہ دل کو ہلا دیتا ہے اور بدن پر لرزہ ڈالتا ہے۔

اس امر کو با ترتیب بیان کرنے کے لیے پہلے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پاکر مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کے لیے مامور فرمایا۔ اور یہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ اس دنیا کے لوگ تیرھویں صدی ہجری کو ختم کرکے چودھویں صدی کے سر پر پہنچ گئے تھے۔ تب میں نے اس حکم کی پابندی سے عام لوگوں میں بذریعہ تحریری اشتہارات اور تقریروں کے یہ ندا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کے لیے آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اٹھ گیا ہے اس کو دوبارہ قائم کروں اور خدا سے قوت پاکر اسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو صلاح اور تقویٰ اور راستبازی کی طرف کھینچوں اور ان کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دور کروں اور پھر جب اس پر چند سال گذرے تو بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس امت کے لیے ابتدا سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ میں ہی ہوں۔ اور مکالمات الٰہیہ اور مخاطبات رحمانیہ اس صفائی اور تواتر سے اس بارے میں ہوئے کہ شک و شبہ کی جگہ نہ رہی ہر ایک وحی جو ہوتی تھی ایک فولادی میخ کی طرح دل میں دھنستی تھی اور یہ تمام مکالمات الٰہیہ ایسی عظیم الشان پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے تھے کہ روز روشن کی طرح وہ پوری ہوتی تھیں۔ اور ان کے تواتر اور کثرت اور اعجازی طاقتوں کے کرشمہ نے مجھے اس بات کے اقرار کیلیے مجبور کیا کہ یہ اسی وحدہ لاشریک خدا کا کلام ہے جس کا کلام قرآن شریف ہے۔ اور میں اسجگہ توریت اور انجیل کا نام نہیں لیتا کیونکہ توریت اور انجیل تحریف کرنے والوں کے ہاتھوں سے اسقدر محرف مبدل ہو گئی ہیں کہ اب ان کتابوں کو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔ غرض وہ خدا کی وحی جو میرے پر نازل ہوئی ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو پایا۔ اور وہ وحی نہ صرف آسمانی نشانوں کے ذریعہ مرتبہ حق الیقین تک پہونچی بلکہ ہر ایک حصہ اس کا جب خدا تعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر پیش کیا گیا تو اس کے مطابق ثابت ہوا اور اس کی تصدیق کے لیے بارش کی طرح نشان آسمانی برسے۔ انھیں دنوں میں رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کا گرہن بھی ہوا جیسا کہ لکھا تھا کہ اس مہدی کے وقت میں ماہ رمضان میں سورج اور چاند کا گرہن ہوگا۔ اور انھیں ایام میں طاعون بھی کثرت سے پنجاب میں ہوئی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں یہ خبر موجود ہے اور پہلے نبیوں نے بھی یہ خبر دی ہے کہ ان دنوں میں بہت مری پڑیگی اور ایسا ہوگا کہ کوئی گاؤں اور شہر اس مری سے باہر نہیں رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہو رہا ہے اور چلنے اسوقت کہ اس ملک میں طاعون کا نام و نشان نہ تھا قریباً بائیس برس طاعون کے پھوٹنے

پہلے مجھے اُس کے پیدا ہونے کی خبر دی۔ پھر اس
بارہ میں الہامات بارش کیطرح ہوئے اور تکرار
ان فقرات کا مختلف پیراؤں میں ہوا چنانچہ
مندرجہ ذیل وحی میں اسطرح پر مجھے مخاطب کرکے
فرمایا۔

اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ بِشَارَةٌ تَلَقَّاهَا
النَّبِيُّوْنَ ۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ
هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۔ اِنَّهٗ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۔ وَاِنَّهٗ
غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا
اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ اَتَفِرُّوْنَ مِنِّيْ
وَاَنَا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ يَقُوْلُوْنَ
اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ
قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۔ جَاهِلٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۔ قُلْ
اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ
اللّٰهُ ۔ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ ۔ اِنِّيْ
مُهِيْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ ۔ وَاِنِّيْ مُعِيْنٌ
مَّنْ اَرَادَ اِعَانَتَكَ ۔ وَاِنِّيْ لَا يَخَافُ
لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ
وَالْفَتْحُ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ هٰذَا الَّذِيْ
كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ
لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ
مُصْلِحُوْنَ ۔ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ ۔
وَاِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ
بَعَثَ اللّٰهُ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ فَهُمْ لِلْحَقِّ
كَارِهُوْنَ ۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى
عَمَّا يَصِفُوْنَ ۔ وَيَقُوْلُوْنَ لَسْتَ مُرْسَلًا ۔
قُلْ عِنْدِيْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ
اَنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ ۔ اَنْتَ وَجِيْهٌ فِيْ حَضْرَتِيْ
اخْتَرْتُكَ لِنَفْسِيْ ۔ اِذَا غَضِبْتَ غَضِبْتُ
وَكُلَّمَا اَحْبَبْتَ اَحْبَبْتُ ۔ يَحْمَدُكَ

اللّٰهُ مِنْ عَرْشِهٖ ۔ يَحْمَدُكَ اللّٰهُ وَيَمْشِيْ
اِلَيْكَ ۔ اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةٍ لَّا يَعْلَمُهَا
الْخَلْقُ ۔ اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِيْدِيْ
وَتَفْرِيْدِيْ ۔ اَنْتَ مِنْ مَّآءِنَا وَهُمْ
مِّنْ فَشَلٍ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ
جَعَلَكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۔ وَعَلَّمَكَ مَا
لَمْ تَعْلَمْ ۔ قَالُوْا اَنّٰى لَكَ هٰذَا قُلْ
هُوَ اللّٰهُ عَجِيْبٌ لَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۔ لَا
يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ۔
اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ خَلَقَ
اٰدَمَ فَاَكْرَمَهٗ ۔ اَرَدْتُّ اَنْ اَسْتَخْلِفَ
فَخَلَقْتُ اٰدَمَ ۔ وَقَالُوْا اَتَجْعَلُ فِيْهَا
مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا قَالَ اِنِّيْ اَعْلَمُ مَا
لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ يَقُوْلُوْنَ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ
قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ
يَلْعَبُوْنَ ۔ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ
نَزَلَ ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ
يَآ اَحْمَدِيْ اَنْتَ مُرَادِيْ وَمَعِيْ ۔ سِرُّكَ
سِرِّيْ ۔ شَاْنُكَ عَجِيْبٌ وَّاَجْرُكَ
قَرِيْبٌ ۔ اِنِّيْ اٰثَرْتُكَ وَاخْتَرْتُكَ
يَاْتِيْ عَلَيْكَ زَمَنٌ كَمِثْلِ زَمَنِ مُوْسٰى ۔
وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ
مُّغْرَقُوْنَ ۔ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ
وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۔ اِنَّهٗ كَرِيْمٌ تَمَشّٰى
اَمَامَكَ وَعَادٰى لَكَ مَنْ عَادٰى
وَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔
اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ
اَطْرَافِهَا ۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ
اٰبَآؤُهُمْ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۔
قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ

قُلْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔
وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْاٰنِ لَا يَمَسُّهٗ
اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۔ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ
بَعْدَهٗ تُؤْمِنُوْنَ ۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ لَّا
يُتِمَّ اَمْرَكَ ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَتْرُكَكَ
حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۔
هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ
وَكَانَ وَعْدُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۔ اِنَّ
وَعْدَ اللّٰهِ اَتٰى ۔ وَرَكَلَ وَرَكٰى ۔
يَعْصِمُكَ اللّٰهُ مِنْ عِدًا ۔ وَيَسْطُوْا
بِكُلِّ مَنْ سَطَا ۔ حَلَّ غَضَبُهٗ عَلَى
الْاَرْضِ ۔ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا
يَعْتَدُوْنَ ۔ اَلْاَمْرَاضُ تُشَاعُ وَ
النُّفُوْسُ تُضَاعُ ۔ اَمْرٌ مِّنَ السَّمَآءِ
اَمْرٌ مِّنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْاَكْرَمِ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى
يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۔ اِنَّهٗ اٰوَى
الْقَرْيَةَ ۔ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ اِلَّا اللّٰهُ ۔
اِصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا ۔
اِنَّهٗ مَعَكَ وَمَعَ اَهْلِكَ ۔ اِنِّيْ
اُحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِي الدَّارِ ۔ اِلَّا
الَّذِيْنَ عَلَوْا مِنِ اسْتِكْبَارٍ وَاُحَافِظُكَ
خَاصَّةً ۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ
رَّحِيْمٍ ۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ ۔ وَ
امْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۔
اِنِّيْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ وَاُفْطِرُ وَ
اَصُوْمُ ۔ وَاَلُوْمُ مَنْ يَّلُوْمُ ۔ وَاُعْطِيْكَ
مَا يَدُوْمُ ۔ وَاَجْعَلُ لَكَ اَنْوَارَ
الْقُدُوْمِ ۔ وَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ اِلَى

الامر وقت المعلوم - انّی انا الصّاعقة وانّی الرّحمٰن ذو اللطف والنّدیٰ

ترجمہ خدا کا امر آرہا ہے پس تم جلدی مت کرو یہ وہ خوشخبری ہے جو قدیم سے نبیوں کو ملتی رہی ہے خدا اُن کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں یعنی ادب اور حیا اور خوف الٰہی کی پابندی سے اُن باطنی راہوں کو بھی چھوڑتے ہیں - جن میں معصیت اور نافرمانی کا گمان ہو سکتا ہے اور دلیری سے کوئی قدم نہیں اُٹھاتے بلکہ ڈرتے ڈرتے کسی فعل یا قول کے بجا لانے کا قصد کرتے ہیں اور خدا اُن کے ساتھ ہے جو اُسکے ساتھ اخلاص اور اُسکے بندوں سے نیکی بجا لاتے ہیں + وہ قوی اور غالب ہے وہ ہر ایک امر پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے جب وہ ایک بات کو چاہتا ہے تو کہتا ہے ہو پس وہ بات ہو جاتی ہے کیا تم مجھ سے بھاگ سکتے ہو اور ہم مجرموں سے انتقام لیں گے کہتے ہیں کہ یہ تو صرف انسان کا قول ہے اور ان باتوں میں دوسروں نے اس شخص کی مدد کی ہے یہ تو جاہل ہے یا مجنون ہے انکو کہدے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تمھیں دوست رکھے اور جو لوگ تجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں ہم اُنکے لیے کافی ہیں میں اُس شخص کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کے درپے ہے اور میں اُس شخص کی مدد کروں گا جو تیری مدد کرنا چاہتا ہے - میں ہی ہوں جو میرے پاس ہو کر میرے رسول ڈرا نہیں کرتے جب خدا کی مدد اور فتح آئیگی اور تیرے رب کا کلمہ پورا ہو جائے گا تو کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم جلدی کرتے تھے - اور جب اُنکو کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد مت کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرتے ہیں خبردار ہو کہ وہی مفسد ہیں اور تجھے انھوں نے ہنسی اور ٹھٹھے کی جگہ بنا رکھا ہے اور ٹھٹھا مار کر کہتے ہیں کہ کیا یہ وہی شخص ہے کہ جو خدا نے مبعوث فرمایا یہ لوگ کی باتیں ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ ہمنے ان کے سامنے حق پیش کیا پس وہ حق کے قبول کرنے سے کراہت کر رہے ہیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس طرف پھیرے جائیں گے خدا ان تہمتوں سے پاک اور برتر ہے جو اُسپر لگا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو خدا کی طرف سے بھیجا ہوا نہیں انکو کہدے کہ خدا کی میرے پاس گواہی موجود ہے پس کیا تم ایمان لاتے ہو - تو میری درگاہ میں وجیہ ہے میں نے اپنے لیے تجھے چن لیا جب تو کسی پر ناراض ہو تو میں اُسپر ناراض ہوتا ہوں اور ہر ایک چیز جس سے تو پیار کرتا ہے میں بھی اُس سے پیار کرتا ہوں خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے

خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے تو مجھ سے اُس مرتبہ پر ہے جسکو دنیا نہیں جانتی تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ لوگ فشل سے - اُس خدا کو حمد ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا اور تجھے وہ باتیں سکھلائیں جن کی تجھے خبر نہ تھی لوگوں نے کہا کہ یہ مرتبہ تجھے کہاں سے اور کیونکر مل سکتا ہے انکو کہدے کہ میرا خدا عجیب ہے اُس کے فضل کو کوئی رد نہیں کر سکتا جو کام وہ کرتا ہے اُس سے پوچھا نہیں جاتا کہ ایسا کیوں کیا مگر لوگ اپنے اپنے کاموں سے پوچھے جاتے ہیں تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے اُس نے اس آدم کو پیدا کر کے اسکو بزرگی دی میں نے اس زمانہ میں ارادہ کیا کہ اپنا ایک خلیفہ زمین پر قائم کروں - پس میں نے اس آدم کو پیدا کیا اور لوگوں نے کہا کہ کیا تو ایسا شخص اپنا خلیفہ بناتا ہے جو زمین پر فساد کرتا ہے یعنی پھوٹ ڈالتا ہے تو خدا نے انھیں کہا کہ جن باتوں کا مجھے علم ہے تمھیں وہ باتیں معلوم نہیں - اور کہتے ہیں کہ یہ ایک بناوٹ ہے کہہ خدا ہے جس نے یہ سلسلہ قائم کیا پھر یہ کہکر انکو اپنے لہو ولعب میں چھوڑ دے اور ہمنے حق کے ساتھ اسکو اُتارا اور ضرورة حقہ کے موافق وہ اُترا اور ہمنے تجھے تمام دنیا کے لیے ایک عام رحمت کر کے بھیجا ہے - اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے تیرا بھید میرا بھید ہے تیری شان عجیب ہے اور اجر قریب ہے میں نے تجھے روشن کیا اور میں نے تجھے چنا تیرے پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جیسا کہ موسیٰ پر زمانہ آیا تھا اور تو ان لوگوں کے بارے میں میری جناب میں شفاعت مت کر جو ظالم ہیں کیونکہ وہ غرق کیے جائیں گے اور یہ لوگ مکر کرینگے - اور خدا بھی اُن سے مکر کرے گا اور خدا تعالیٰ بہتر مکر کرنے والا ہے وہ کریم ہے جو تیرے آگے آگے چلتا ہے اور اُسکو وہ اپنا دشمن قرار دیتا ہے جو تجھ سے دشمنی کرتا ہے اور وہ عنقریب تجھے وہ چیزیں دے گا جن سے تو راضی ہو جائے گا ہم زمین کے وارث ہوں گے اور ہم اُسکو اُسکے طرفوں سے کھاتے جاتے ہیں تاکہ تو اُس قوم کو ڈراوے جن کے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے اور تا کہ مجرموں کی راہ کھل جائے کہہ میں مامور ہوں اور میں سب سے پہلے مومن ہوں - کہہ میرے پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمھارا خدا ایک خدا ہے اور تمام خیر قرآن میں ہے اسکے حقائق معارف تک وہی لوگ پہونچتے ہیں جو پاک کیے جاتے ہیں پس تم اُسکے بعد یعنی اُسکو چھوڑ کر کس حدیث پر ایمان لاؤ گے یہ لوگ ارادہ کرتے

ہیں کہ کچھ ایسی کوشش کریں کہ تیرا امر ناتمام رہ جائے لیکن خدا یہی چاہتا ہے کہ تیری بات کو کمال تک پہونچاوے - اور خدا ایسا نہیں ہے کہ قبل اسکے جو پاک اور پلید میں فرق کر کے دکھلاوے تجھے چھوڑ دے - خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو (یعنی اس عاجز کو) ہدایت اور دین حق دیکر اس غرض سے بھیجا ہے تا وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے اور خدا کا وعدہ ایکدن ہونا ہی تھا خدا کا وعدہ آگیا اور ایک پیر اُس نے زمین پر مارا اور خلل کی اصلاح کی - خدا تجھے دشمنوں سے بچائے گا اور اُس شخص پر حملہ کرے گا کہ جو ظلم کی راہ سے تیرے پر حملہ کرے گا اُس کا غضب زمین پر اُترا آیا کیونکہ لوگوں نے معصیت پر کمر باندھی اور وہ حد سے گذر گئے - بیماریاں ملک میں پھیلائی جائیں گی اور طرح طرح کے اسباب سے جانیں تلف کی جائیں گی یہ امر آسمان پر قرار پا چکا ہے یہ اُس خدا کا امر ہے جو غالب اور بزرگ ہے جو کچھ قوم پر نازل ہوا خدا اُسکو نہیں ہٹائیگا جبتک کہ وہ لوگ اپنے دلوں کی حالتیں نہ بدل لیں وہ اُس گاؤں کو جو قادیان ہے کسی قدر ابتلا کے بعد اپنی پناہ میں لے لے گا* آج خدا کے سوا کوئی بچانے والا نہیں ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے کشتی بنا وہ قادر خدا تیرے ساتھ اور تیرے لوگوں کے ساتھ ہے میں ہر ایک کو جو تیرے گھر کے اندر ہے بچاؤں گا مگر وہ لوگ جو میرے مقابل پر تکبر سے اپنے تئیں نافرمان اور اونچا رکھتے ہیں یعنی پورے طور پر اطاعت نہیں کرتے اور خاص کر میری حفاظت تیرے شامل حال رہے گی - خدائے رحیم کی طرف سے سلامتی ہے تمہیں سلامتی ہے تم پاک نفس ہو اور اے مجرمو آج تم الگ ہو جاؤ - میں اس رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور افطار کروں گا اور روزہ بھی رکھوں گا اور اُسکو ملامت کرونگا جو ملامت کرتا ہے اور تجھے وہ نعمت دونگا جو ہمیشہ رہیگی اور اپنی تجلی کے نور تجھمیں رکھدوں گا اور میں اس زمین سے وقت مقدر تک علیحدہ نہیں ہونگا یعنی میری قہری تجلی میں فرق نہ آئے گا میں صاعقہ ہوں اور میں رحمان ہوں صاحب لطف اور بخشش

نوٹ * اوی کا لفظ زبان عرب میں ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی قدر مصیبت یا ابتلا کے بعد اپنی پناہ میں لیا جائے اور کثر تمصائب اور تلف ہونے سے بچایا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - الم یجدک یتیماً فاویٰ اسی طرح تمام قرآن شریف میں آوینا اور اویٰ کا لفظ ایسے ہی موقعوں پر استعمال ہوتا ہے کہ جہاں کسی شخص یا کسی قوم کو کسی قدر تکلیف کے بعد پھر آرام دیا گیا - منہ

ذکر واقعۂ شہادتین

انھیں دنوں میں جب کہ متواتر یہ وحی خدا کی مجھ پر ہوئی اور نہایت زبردست اور قوی نشان ظاہر ہوئے اور میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا دلائل کے ساتھ دنیا میں شائع ہوا۔ **خوست علاقہ حدود کابل** میں ایک بزرگ تک جن کا نام اخوندزادہ مولوی **عبد اللطیف** ہے کسی اتفاق سے میری کتابیں پہنچیں اور وہ تمام دلائل جو نقل اور عقل اور تائیدات سماوی سے میں نے اپنی کتابوں میں لکھے تھے وہ سب دلیلیں اُنکی نظر سے گذریں اور چونکہ وہ بزرگ نہایت پاک باطن اور اہل علم اور اہل فراست اور خدا ترس اور تقویٰ شعار تھے اسلیے ان کے دل پر ان دلائل کا قوی اثر ہوا اور انکو اس دعوے کی تصدیق میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ اور اُن کے پاک کانشنس نے بلا توقف مان لیا کہ یہ شخص من جانب اللہ اور یہ دعوے صحیح ہے تب انھوں نے میری کتابوں کو نہایت محبت سے دیکھنا شروع کیا اور اُن کی روح جو نہایت صاف اور مستعد تھی میری طرف کھینچی گئی یہاں تک کہ اُن کے لیے بغیر ملاقات کے دور بیٹھے رہنا نہایت دشوار ہو گیا آخر اس زبردست کشش اور محبت اور اخلاص کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے اس غرض سے کہ ریاست کابل سے اجازت حاصل ہو جائے حج کے لیے مصمم ارادہ کیا اور امیر کابل سے اس سفر کے لیے درخواست کی چونکہ وہ امیر کابل کی نظر میں ایک برگزیدہ عالم اور تمام علما کے سردار سمجھے جاتے تھے اس لیے نہ صرف انکو اجازت ہوئی بلکہ امداد کے طور پر کچھ روپیہ بھی دیا گیا۔ سو وہ اجازت حاصل کر کے قادیان پہونچے اور جب مجھ سے اُنکی ملاقات ہوئی تو قسم اُس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے اُن کو اپنی پیروی اور اپنے دعوے کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لیے ممکن نہیں اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے انکو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا اور جیسا کہ اُن کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی اُن کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا اس بزرگ مرحوم میں نہایت قابل رشک یہ صفت تھی کہ درحقیقت وہ **دین کو دنیا پر مقدم** رکھتا تھا اور وہ درحقیقت اُن راستبازوں میں سے تھا جو خدا سے ڈر کر اپنے تقویٰ اور اطاعت الٰہی کو انتہا تک پہونچاتے ہیں۔ اور خدا کے خوش کرنے کے لیے اور اُسکی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی جان اور عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس و خاشاک کی طرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کو طیار ہوتے ہیں۔ اُسکی ایمانی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر میں اُسکو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہ ناقص نہ ہو۔ اکثر لوگ باوجود بیعت کے اور باوجود میرے دعوے کی تصدیق کے پھر دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کے زہریلے تخم سے بکلی نجات نہیں پاتے بلکہ کچھ ملونی اُن میں باقی رہ جاتی ہے اور ایک پوشیدہ بخل خواہ وہ جان کے متعلق ہو خواہ آبرو کے متعلق اور خواہ مال کے اور خواہ اخلاقی حالتوں کے متعلق ان کے ناتمام نفسوں میں پایا جاتا ہے اسی وجہ سے اُنکی نسبت ہمیشہ میری حالت یہ رہتی ہے کہ میں ہمیشہ کسی خدمت دینی کے پیش کرنے کے وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ انکو ابتلا پیش نہ آوے اور اس خدمت کو اپنے پر ایک بوجھ سمجھ کر اپنی بیعت کو الوداع نہ کہہ دیں لیکن میں کن **الفاظ** سے اس **بزرگ مرحوم** کی تعریف کروں جس نے اپنے مال اور آبرو اور جان کو میری پیروی میں یوں پھینک دیا کہ جس طرح کوئی ردی چیز پھینک دی جاتی ہے۔ اکثر لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ انکا اول اور آخر برابر نہیں ہوتا اور ادنیٰ سی ٹھوکر یا شیطانی وسوسہ یا بد صحبت سے وہ گر جاتے ہیں مگر اس جوانمرد مرحوم کی اس استقامت کی تفصیل میں کن الفاظ سے بیان کروں کہ وہ نور یقین میں دمبدم ترقی کر گیا اور جب وہ میرے پاس پہونچا تو میں نے اُن سے دریافت کیا کہ کن دلائل سے آپ نے مجھے شناخت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے قرآن ہے جس نے آپ کی طرف میری رہبری کی اور فرمایا کہ میں ایک ایسی طبیعت کا آدمی تھا کہ پہلے سے فیصلہ کر چکا تھا کہ یہ زمانہ جس میں ہم ہیں اس زمانہ کے اکثر مسلمان اسلامی روحانیت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر ان کے دل مومن نہیں۔ اور اُن کے اقوال اور افعال بدعت اور شرک اور انواع و اقسام کی معصیت سے پُر ہیں۔ ایسا ہی بیرونی حملے بھی انتہا تک پہونچ گئے ہیں اور اکثر دل تاریک پردوں میں ایسے بے حس و حرکت ہیں کہ گویا مر گئے ہیں اور وہ دین اور وہ تقویٰ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے جسکی تعلیم صحابہ رضی اللہ عنہم کو دی گئی تھی اور وہ صدق اور یقین اور ایمان جو اس پاک جماعت کو ملا تھا بلاشبہ اب وہ باعث کثرت غفلت کے مفقود ہے اور شاذ و نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے ایسا ہی میں دیکھ رہا تھا کہ اسلام ایک مردہ کی حالت میں ہو رہا ہے اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ پردۂ غیب سے کوئی منجانب اللہ مجدد دین پیدا ہو۔ بلکہ میں روز بروز اس اضطراب میں تھا کہ وقت تنگ ہوتا جاتا ہے انھیں دنوں میں یہ آواز میرے کانوں تک پہونچی کہ ایک شخص نے قادیان ملک پنجاب میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میں نے بڑی کوشش سے چند کتابیں آپ کی تالیف کردہ بہم پہونچائیں اور انصاف کی نظر سے ان پر غور کر کے پھر قرآن کریم پر انکو عرض کیا تو قرآن شریف کو ان کے ہر ایک بیان کا مصدق پایا پس وہ بات جس نے پہلے پہل مجھے اس طرف حرکت دی وہ یہی ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایکطرف تو قرآن شریف بیان کر رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور واپس نہیں آئیں گے اور دوسری طرف وہ موسوی سلسلہ کے مقابل پر اس اُمت کو وعدہ دیتا ہے کہ وہ اس اُمت کی معصیت اور ضلالت کے دنوں میں اُن خلیفوں کے رنگ میں خلیفے بھیجتا رہے گا جو موسوی سلسلہ کے قائم اور بحال رکھنے کے لیے بھیجے گئے تھے سو چونکہ ان میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسے خلیفے تھے جو موسوی سلسلہ کے آخر میں پیدا ہوئے اور نیز وہ ایسے خلیفے تھے کہ جو لڑائی کے لیے مامور نہیں ہوئے تھے اس لیے خدا تعالیٰ کے کلام سے ضرور یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کے رنگ پر بھی اس اُمت میں آخری زمانہ میں کوئی پیدا ہو۔ اسی طرح سے بہت سے کلمات معرفت اور دانائی کے اُن کے مُنہ سے میں نے سُنے جو بعض یاد رہے اور بعض بھول گئے اور وہ کئی مہینے تک میرے پاس رہے اور اس قدر انکو میری باتوں میں دلچسپی ہوئی کہ انھوں نے میری باتوں کو حج پر ترجیح دی اور کہا کہ میں اس علم کا محتاج ہوں جس سے ایمان قوی ہو اور علم عمل پر مقدم ہے۔ سو میں نے اُن کو مستعد پا کر جہاں تک میرے لیے ممکن تھا اپنے معارف اُن کے دل میں ڈالے اور ہر طرح اُن کو سمجھایا کہ دیکھو یہ بات بہت صاف ہے کہ اللہ جل شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے **اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا شَاہِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا** جس کے یہ معنے ہیں کہ ہم نے ایک رسول کو جو تم پر گواہ ہے یعنی اس بات کا گواہ کہ تم کیسی خراب حالت میں ہو تمہاری طرف اُسی رسول کی مانند بھیجا ہے جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا سو اس آیت میں اللہ جل شانہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ ٹھیرایا ہے۔ پھر **سورہ نور** میں سلسلہ خلافت محمدیہ کو سلسلہ خلافت موسویہ کا مثیل ٹھیرا دیا ہے سو کم سے کم تحقق مثلیت کے لیے

یہ ضروری ہے کہ دونوں سلسلوں کے اول اور آخر میں نمایاں مشابہت ہو یعنی یہ ضروری ہے کہ اس سلسلہ کے اول پر مثیل موسیٰ ہو اور اس سلسلہ کے آخر میں مثیل عیسیٰ۔ اور ہمارے مخالف علما یہ تو مانتے ہیں کہ سلسلۂ ملت اسلامیہ مثیل موسیٰ سے شروع ہوا مگر وہ سراسر ہٹ دھرمی سے اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ خاتمہ اس سلسلہ کا مثیل عیسیٰ پر ہوگا۔ اور اس صورت میں وہ عمداً قرآن شریف کو چھوڑتے ہیں کیا یہ سچ نہیں ہے کہ قرآن شریف نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے اور کیا یہ سچ نہیں ہے کہ قرآن شریف نے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا بلکہ آیت کما استخلف الذین من قبلھم میں تمام سلسلہ خلافت محمدیہ کو سلسلہ خلافت موسویہ کا مثیل قرار دیدیا ہے۔ پس اس صورت میں قطعاً و وجوباً لازم آتا ہے کہ سلسلہ خلافت اسلامیہ کے آخر میں ایک مثیل عیسیٰ پیدا ہو اور چونکہ اول و آخر کی مشابہت ثابت ہونے سے تمام سلسلہ کی مشابہت ثابت ہو جاتی ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے پاک نبیوں کی کتابوں میں جا بجا انہیں دونوں مشابہتوں پر زور دیا ہے بلکہ اول اور آخر کے دشمنوں میں بھی مشابہت ثابت کی گئی ہے جیسا کہ ابوجہل کو فرعون سے مشابہت دی گئی ہے اور آخری مسیح کے مخالفین کو یہود مغضوب علیہم سے اور آیت کما استخلف الذین من قبلھم میں یہ بھی اشارہ کردیا ہے کہ آخری خلیفہ اس امت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے زمانہ میں آئے گا جو وہ زمانہ اپنی مدت میں اس زمانہ کی نظیر ہوگا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے تھے یعنی چودھویں صدی۔ کیونکہ کما کا لفظ جس مشابہت کو چاہتا ہے اس زمانہ کی مشابہت بھی داخل ہے تمام فرقے یہود و نصاریٰ اس بات پر متفق ہیں کہ عیسیٰ بن مریم نے جس زمانہ میں دعویٰ نبوۃ کیا وہ زمانہ حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی تھی۔ اور عیسائیوں میں سے پروٹسٹنٹ مذہب والے خیال کرتے ہیں کہ پندرھویں صدی موسوی سے کچھ سال گذر چکے تھے جب حضرت عیسیٰ نے دعویٰ نبوۃ کیا۔ اور پروٹسٹنٹ کا قول یہودیوں کے متفق علیہ قول کے مقابل پر کچھ چیز نہیں۔ اور اگر اسکی صحت بھی مان لیں تو اسقدر قلیل فرق سے مشابہت میں کچھ فرق نہیں آتا بلکہ مشابہت ایک قلیل فرق کو چاہتی ہے۔ ویسا ہی قرآن شریف کی رو سے سلسلہ محمدیہ سلسلہ موسویہ سے ہر ایک نیکی اور بدی میں مشابہت رکھتا ہے اسی کی طرف ان آیتوں میں اشارہ ہے کہ ایک جگہ یہود کے حق میں لکھا ہے فینظر کیف تعملون۔ دوسری جگہ مسلمانوں کے حق میں لکھا ہے لننظر کیف تعملون۔ ان دونوں آیتوں کے یہ معنی ہیں کہ خدا تمہیں خلافت اور حکومت عطا کر کے پھر دیکھے گا کہ تم راست بازی پر قائم رہتے ہو یا نہیں۔ ان آیتوں میں جو الفاظ یہود کے لیے استعمال کیے ہیں وہی مسلمانوں کے لیے یعنی ایک ہی آیت کے نیچے ان دونوں کو رکھا ہے پس ان آیتوں سے بڑھکر اس بات کے لیے اور کونسا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خدا نے بعض مسلمانوں کو یہود قرار دیدیا ہے اور صاف اشارہ کردیا ہے کہ جن بدیوں کے یہود مرتکب ہوئے تھے یعنی علما ان کے اس امت کے علما بھی انھیں بدیوں کے مرتکب ہوں گے اور اسی مفہوم کی طرف آیت غیر المغضوب علیہم میں بھی اشارہ ہے کیونکہ اس آیت میں باتفاق کل مفسرین مغضوب علیہم سے مراد وہ یہود ہیں جن پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کی وجہ سے غضب نازل ہوا تھا اور احادیث صحیحہ میں مغضوب علیہم سے مراد وہ یہود ہیں جو مورد غضب الٰہی دنیا میں ہی ہوئے تھے اور قرآن شریف بھی گواہی دیتا ہے کہ یہود کو مغضوب علیہم ٹھیرانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر لعنت جاری ہوئی تھی۔ پس یقینی اور قطعی طور پر مغضوب علیہم سے مراد وہ یہود ہیں جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر ہلاک کرنا چاہا تھا۔ اب خدا تعالیٰ کا یہ دعا سکھلانا کہ خدایا ایسا کر کہ ہم وہی یہودی نہ بن جائیں جنھوں نے عیسیٰ کو قتل کرنا چاہا تھا صاف بتلا رہا ہے کہ امت محمدیہ میں بھی ایک عیسیٰ پیدا ہونے والا ہے ورنہ اس دعا کی کیا ضرورت تھی۔ اور نیز جبکہ آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں بعض علماء مسلمان بالکل علماء یہود سے مشابہ ہو جائیں گے اور یہود بن جائیں گے پھر یہ کہنا کہ ان یہودیوں کی اصلاح کے لیے اسرائیلی عیسیٰ آسمان سے نازل ہوگا بالکل غیر معقول بات ہے کیونکہ اول تو باہر سے ایک نبی کے آنے سے مہر ختم نبوت ٹوٹتی ہے اور قرآن شریف صریح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھیراتا ہے۔ ماسوا اس کے قرآن شریف کی رو سے یہ امت خیر الامم کہلاتی ہے پس اسکی اس سے زیادہ بے عزتی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ یہود بننے کے لیے تو یہ امت ہو مگر عیسیٰ باہر سے آوے اگر یہ سچ ہے کہ کسی زمانہ میں اکثر علماء اس امت کے یہودی بن جائیں گے یعنی یہود خصلت ہو جائیں گے تو پھر یہ بھی سچ ہے کہ ان یہود کے درست کرنے کے لیے باہر سے عیسیٰ نہیں آئے گا بلکہ جیسا کہ بعض افراد کا نام یہود رکھا گیا ہے ایسا ہی اس کے مقابل پر ایک فرد کا نام عیسیٰ بھی رکھا جائے گا۔ اس بات کا انکار نہیں ہوسکتا کہ قرآن اور حدیث دونوں نے بعض افراد اس امت کا نام یہود رکھا ہے جیسا کہ آیت غیر المغضوب علیہم سے بھی ظاہر ہے کیونکہ اگر بعض افراد اس امت کے یہودی بننے والے نہ ہوتے تو دعا مذکورہ بالا ہرگز نہ سکھائی جاتی۔ جب سے دنیا میں خدا کی کتابیں آئی ہیں خدا تعالیٰ کا ان میں یہی محاورہ ہے کہ جب کسی قوم کو ایک بات سے منع کرتا ہے کہ مثلاً زنا نہ کرو یا چوری نہ کرو یا یہودی نہ بنو تو اس منع کے اندر یہ پیشگوئی مخفی ہوتی ہے کہ بعض ان میں سے ارتکاب ان جرائم کا کریں گے دنیا میں کوئی شخص ایسی نظیر پیش نہیں کرسکتا کہ ایک جماعت یا ایک قوم کو خدا تعالیٰ نے کسی ناکردنی کام سے منع کیا ہو اور پھر وہ سب کے سب اس کام سے باز رہے ہوں۔ بلکہ ضرور بعض اس کام کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے توریت میں یہودیوں کو یہ حکم دیا کہ تم نے توریت کی تحریف نہ کرنا سو اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض یہود نے توریت کی تحریف کی۔ مگر قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو کہیں یہ حکم نہیں دیا کہ تم نے قرآن کی تحریف نہ کرنا بلکہ فرمایا کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ یعنی ہم نے ہی قرآن شریف کو اتارا اور ہم ہی اسکی محافظت کریں گے اسی وجہ سے قرآن شریف تحریف سے محفوظ رہا۔ غرض یہ قطعی اور یقینی اور مسلم سنت الٰہی ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی کتاب میں کسی قوم یا جماعت کو ایک بُرے کام سے منع کرتا ہے یا نیک کام کے لیے حکم فرماتا ہے تو اس کے علم قدیم میں یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ اس کے حکم کی مخالفت بھی کریں گے پس خدا تعالیٰ کا سورہ فاتحہ میں یہ فرمانا کہ تم دعا کیا کرو کہ تم وہ یہودی نہ بنو جنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینا چاہا تھا جس سے دنیا میں ہی ان پر غضب الٰہی کی مار پڑی۔ اس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے علم میں یہ مقدر تھا کہ بعض افراد اس امت کے جو علماء امت کہلائیں گے اپنی شرارتوں اور تکذیب مسیح وقت کی وجہ سے یہودیوں کا جامہ پہن لیں گے ورنہ ایک لغو دعا کے سکھلانے کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ علماء اس امت کے اس طرح کے یہودی نہیں بن سکتے کہ وہ اسرائیل کے خاندان میں سے بن جائیں اور پھر اس عیسیٰ ابن مریم کو جو مدت سے اس دنیا سے گذر چکا ہے سولی دینا چاہیں کیونکہ اب اس زمانہ میں نہ وہ یہودی اس زمین پر موجود ہیں نہ وہ عیسیٰ موجود ہے پس ظاہر ہے کہ اس آیت میں ایک آیندہ واقعہ کی

طرف اشارہ ہے اور یہ بتلانا منظور ہے کہ اس اُمت میں عیسیٰ مسیح کے رنگ میں آخری زمانہ میں ایک شخص مبعوث ہوگا اور اس کے وقت کے بعض علماء اسلام اُن یہودی علماء کی طرح اُسکو دکھ دیں گے جو عیسیٰ علیہ السلام کو دکھ دیتے تھے اور اُنکی شان میں بدگوئی کریں گے بلکہ احادیث صحیحہ سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہودی بننے کے یہ معنے ہیں کہ یہودیوں کی بداخلاق اور بدعادات علماء اسلام میں پیدا ہو جائیں گے اور گو بظاہر مسلمان کہلائیں گے مگر اُن کے دل مسخ ہو کر اُن یہودیوں کے رنگ سے رنگین ہو جائیں گے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دکھ دیکر مورد غضب الٰہی ہوئے تھے پس جبکہ یہودی بھی بنیں گے جو مسلمان کہلاتے ہیں تو کیا یہ اس اُمت مرحومہ کی بے عزتی نہیں کہ یہودی بننے کے لیے تو یہ مقرر کیے جائیں مگر مسیح جو اُن یہودیوں کو درست کرے گا وہ باہر سے آئے گا یہ تو قرآن شریف کے منشا کے سراسر خلاف ہے قرآن شریف نے سلسلہ محمدیہ کو ہر ایک نیکی و بدی میں سلسلہ موسویہ کے مقابل رکھا ہے نہ صرف بدی میں ماسوا اس کے آیۃ غیر المغضوب علیھم کا صریح یہ منشا ہے کہ وہ لوگ یہودی اس لیے کہلائیں گے کہ خدا کے مامور کو جو اُن کی اصلاح کے لیے آئے گا بنظر تحقیر و انکار دیکھیں گے اور اُسکی تکذیب کریں گے اور اُسکو قتل کرنا چاہیں گے اور اپنے قویٰ غضبیہ کو اُسکی مخالفت میں بھڑکائیں گے اس لیے وہ آسمان پر مغضوب علیہم کہلائیں گے اُن یہودیوں کی مانند جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکذب تھے جس تکذیب کا آخر کار نتیجہ یہ ہوا تھا کہ سخت طاعون یہود میں پڑی تھی اور بعد اس کے طیطوس رومی کے ہاتھ سے وہ نیست و نابود کیے گئے تھے پس آیت غیر المغضوب علیھم سے ظاہر ہے کہ دنیا میں ہی کوئی غضب اُن پر نازل ہوگا کیونکہ آخرت کے غضب میں تو ہر ایک شریک ہے اور آخرت کے لحاظ سے تمام کافر مغضوب علیہم ہیں پھر کیا وجہ کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں خاص کر کے اُن یہودیوں کا نام مغضوب علیہم رکھا جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو سولی دینا چاہا تھا بلکہ اپنی دانست میں سولی دے چکے تھے۔

پس یاد رہے کہ اُن یہودیوں کو مغضوب علیہم کی خصوصیت اس لیے دی گئی کہ دنیا میں ہی اُن پر غضب بھی نازل ہوا تھا اور اسی بنا پر سورہ فاتحہ میں اس اُمت کو یہ دعا سکھلائی گئی کہ خدایا ایسا کر کہ ہم بھی یہود نہ بن جائیں یہ ایک پیشگوئی تھی جس کا یہ مطلب تھا کہ جب اس اُمت کا مسیح مبعوث ہوگا تو اس کے مقابل پر وہ یہودی بھی پیدا ہو جائیں گے جن پر اسی دنیا میں خدا کا غضب نازل ہوگا۔ پس اس دعا کا یہ مطلب تھا کہ یہ مقدر ہے کہ تم میں سے بھی ایک مسیح پیدا ہوگا اور اُس کے مقابل پر یہود پیدا ہوں گے جن پر دنیا میں ہی غضب نازل ہوگا سو تم دعا کرتے رہو کہ تم ایسے نہ بن جاؤ۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یوں تو ہر ایک کافر قیامت میں مورد غضب الٰہی ہے لیکن اس جگہ مراد غضب سے دنیا کا غضب ہے جو مجرموں کے سزا دینے کے لیے دنیا میں ہی نازل ہوتا ہے اور وہ یہودی جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دکھ دیا تھا اور بموجب نص قرآن کریم اُنکی زبان پر لعنتی کہلائے تھے وہ وہی لوگ تھے جن پر دنیا میں ہی عذاب کی مار پڑی تھی یعنی اول سخت طاعون سے وہ ہلاک کیے گئے تھے اور پھر جو باقی رہ گئے تھے وہ طیطوس رومی کے ہاتھ سے سخت عذاب کے ساتھ ملک سے منتشر کیے گئے تھے پس غیر المغضوب علیھم میں یہی عظیم الشان پیشگوئی مخفی ہے کہ وہ لوگ جو مسلمانوں میں سے یہودی کہلائیں گے وہ بھی ایک مسیح کی تکذیب کریں گے جو اُس پہلے مسیح کے رنگ پر آئے گا یعنی نہ وہ جہاد کرے گا اور نہ تلوار اُٹھائے گا بلکہ پاک تعلیم اور آسمانی نشانوں کے ساتھ دین کو پھیلائے گا اور اس آخری مسیح کی تکذیب کے بعد بھی دنیا میں طاعون پھیلے گی اور وہ سب باتیں پوری ہوں گی جو ابتدا سے سب نبی کہتے چلے آئے ہیں۔ اور یہ وسوسہ کہ آخری زمانہ میں وہی مسیح ابن مریم دوبارہ دنیا میں آجائیگا یہ تو قرآن شریف کے منشا کے سراسر برخلاف ہے جو شخص قرآن شریف کو ایک تقویٰ اور ایمان اور انصاف اور تدبر کی نظر سے دیکھے گا اُس پر روز روشن کی طرح کھل جائے گا کہ خداوند کریم قادر نے اس اُمت محمدیہ کو موسوی اُمت کے بالکل مقابل پیدا کیا ہے اُنکی اچھی باتوں کے بالمقابل پر اچھی باتیں دی ہیں اور اُنکی بری باتوں کے مقابل پر بری باتیں ہیں اس اُمت میں بعض ایسے ہیں جو انبیاء بنی اسرائیل سے مشابہت رکھتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو مغضوب علیہم یہود سے مشابہت رکھتے ہیں اُنکی ایسی مثال ہے جیسے ایک گھر ہے جس میں عمدہ عمدہ آراستہ کمرے موجود ہیں جو عالی شان اور مہذب لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور جس کے بعض حصہ میں پائخانے بھی ہیں اور بدررو بھی اور گھر کے مالک نے چاہا کہ اس محل کے مقابل پر ایک اور محل بناوے کہ تا جو جو سامان اس پہلے محل میں تھا اس میں بھی موجود ہو سو یہ دوسرا محل اسلام کا محل ہے اور پہلا محل موسوی سلسلہ کا محل تھا۔ یہ دوسرا محل پہلے محل کا کسی بات میں محتاج نہیں۔ قرآن شریف توریت کا محتاج نہیں اور یہ اُمت کسی اسرائیلی نبی کی محتاج نہیں۔ ہر ایک کامل جو اس اُمت کے لیے آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے پرورش یافتہ ہے اور اُسکی وحی محمدی وحی کی ظل ہے۔ یہی ایک نکتہ ہے جو سمجھنے کے لائق ہے افسوس ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ کو دوبارہ لاتے ہیں نہیں سمجھتے کہ مطلب تو یہ ہے کہ اسلام کو فخر مشابہت حاصل ہو نہ یہ ذلت کہ کوئی اسرائیلی نبی آوے تا اُمت اصلاح پاوے

علاوہ اس کے یہ نہایت بیہودہ خیال ہے کہ ایسے لغو اعتقاد پر زور دیا جاوے جسکی خدا کی کتاب میں کوئی نظیر نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان پر چڑھنے کی درخواست کی گئی جیسا قرآن شریف میں مذکور ہے مگر وہ یہ کہکر نامنظور کی گئی کہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا تو کیا عیسیٰ بشر نہ تھا کہ اُسکو بغیر درخواست کے آسمان پر چڑھایا گیا۔ پھر قرآن شریف سے تو صرف رفع الی اللہ ثابت ہے جو ایک روحانی امر ہے رفع الی السماء اور یہودیوں کا اعتراض تو یہ تھا کہ جو شخص لکڑی پر لٹکایا جائے اُس کا رفع روحانی دوسرے نبیوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا اور یہی اعتراض دفع کرنے کے لائق تھا پس قرآن شریف نے کہاں اس اعتراض کو دفع کیا ہے یعنی تمام اس نزاع کی بنیاد یہ تھی کہ یہودی کہتے تھے کہ عیسیٰ مصلوب ہوگیا ہے اور جو شخص مصلوب ہو اُس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا اس لیے عیسیٰ کا اور نبیوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف رفع روحانی نہیں ہوا لہٰذا وہ مومن نہیں ہے اور نہ نجات یافتہ ہے اور چونکہ قرآن اس بات کا ذمہ وار ہے کہ یہود کے جھگڑوں کا تصفیہ فرماوے لہٰذا اُس نے یہ فیصلہ فرمایا کہ عیسیٰ کا بھی دوسرے نبیوں کی طرح رفع ہوا ہے خدا نے تو ایک جھگڑے کا فیصلہ کرنا تھا۔ پس اگر خدا تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ فیصلہ کیا تو پھر بتلاؤ کہ کس مقام میں یہ فیصلہ کیا۔ کیا نعوذ باللہ اس طرح کی بدفہمی خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہو سکتی ہے کہ جھگڑا تو یہود کی طرف سے روحانی رفع کا تھا اور خدا یہ کہے کہ عیسیٰ مع جسم دوسرے آسمان پر بیٹھا ہے۔ ظاہر ہے کہ نجات کے لیے مع جسم آسمان پر جانا شرط نہیں صرف روحانی رفع شرط ہے۔ پس اس جگہ اس جھگڑے کے فیصلہ کے لیے بیان کرنا تھا کہ نعوذ باللہ عیسیٰ لعنتی نہیں ہے بلکہ رفع روحانی اُسکو نصیب ہوا ہے ماسوا اس کے قرآن شریف میں جو رفع کے پہلے توفی کا لفظ لایا گیا ہے یہ صریح اس بات پر قرینہ ہے کہ یہ وہ رفع ہے جو ہر ایک مومن کو موت کے بعد نصیب ہوتا ہے اور توفی کے یہ معنی کرنا کہ زندہ آسمان پر حضرت عیسیٰ اُٹھائے گئے یہ بھی یہودیوں کی طرح قرآن شریف کی تحریف ہے قرآن شریف اور تمام حدیثوں میں توفی کا لفظ قبض روح کے بارہ میں استعمال پایا ہے کسی مقام میں ان

تقریر حضرت اقدس امام علیہ السلام

چو کار عمر نہ پیداست بارے این اولے
کہ روز واقعہ پیش نگار خود باشیم

حضرت امام ہمام علیہ الصلوۃ والسلام بوقت ظہر حسب معمول اندر سے مسجد مبارک میں تشریف لائے اور بعد کو ترتیب نشست بخشکر مولوی برہان الدین صاحب جہلمی سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ آپ کے چہرہ پر آثار پژمردگی و پریشانی و حیرانی کیسے نظر آ رہے ہیں؟

عرض کی کہ حضور! وجہ تو صرف یہی ہے کہ اب دوسرا کنارہ یعنی جہان ثانی نظر آ رہا ہے کیونکہ بوجہ پیرانہ سالی اب عالم آخرۃ کا ہی خیال رہتا ہے گنتی ہی کے دن اب باقی سمجھنے چاہیں مزید براں عارضہ ضعف اور بھی اسکے سریع الوقوع ہونے پر شاہد ہے اور ضعف کا یہ باعث ہے کہ ابتدا میں کچھ مراقبہ نفی و اثبات کا کسیقدر شغل رکھا ہے جس سے یہ عارضہ ضعف لاحق حال ہو گیا ہے۔ یہ سنکر حضرت اقدس نے ایک عالی خیر اور پر معارف لب و لہجہ کے ساتھ فرمایا کہ جب یہ حالت ہے تب تو ضرور ہے کہ ان تمام عارضی تخیرات کو یکسو چھوڑ کر ایک ہی آستانہ بارگاہ ایزدی پر نظر رکھنی چاہیے کیونکہ ہر ایک سعادت کیش و متلاشی حق روح کا یہی مامن اور ملجأ و ماوا ہے اور چونکہ یہ مسلم امر ہے کہ اللہ تعالےٰ کے پیارے مقرب کے پاس رہنا گویا ایک طرح سے خود خدا تعالیٰ کے پاس رہنا ہوتا ہے اس واسطے اب آپکو باقی ایام زندگی قادیان میں گذارنے چاہئیں اور یہاں آ کر ڈیرہ لگا دینا چاہیے اور ہر شر پر کار بند ہونا چاہیے۔ ؎ چو کار عمر نہ پیداست بارے این اولے کہ روز واقعہ پیش نگار خود باشیم

یہاں تو مقصود یک در گیر محکم گیر پر عمل کرنا ضروری و لازمی ہے ہر ایک کیلیے مناسب و واجب ہے کہ حسب استطاعت اپنے نفس کے ساتھ جہاد کر کے پوری سعی کرے تاکہ ٹھیک وقت پر سفر منزل محبوب حقیقی کے لیے طیاری کر سکے۔ بغیر جوش محبت کے اس راہ پر قدم مارنا بڑا مشکل ہے اور ساتھ ہی اسپر استقلال اور استقامت ضروری ہے جب یہ امر حاصل ہو جاوے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جذب القلوب کا عمل بتدریج خود بخود شروع ہو جاویگا جس سے صادقین کی صحبت کی توفیق ملیگی اور اس سے صیقل نقش الٰہی سے زنگار آئینہ دل محو ہو کر تزکیہ نفس و تطہیر قلب نصیب ہوگا۔ مگر تلاش حق کا بیج بونا مقدم ہے جبر ہی صدق و صفا کا پر ثمر نخل پیدا ہوتا ہے اور محبت ذاتی ربانی کی آبپاشی سے نشو و نما پاتا ہے ؎ بمنزل جاناں رسد جاں موسی ہر کہ ہمہ دم در تلاش او دواں باشد

آپ اپنی پہلی حالت کو یاد کریں جبکہ آغاز سال ۱۸۸۶ء میں صرف حسب لسر کا جوش آپکو کشاں کشاں یہاں لایا تھا اور آپ پاپیادہ افتاں و خیزاں اسقدر دور فاصلہ سے پیدل قادیان پہونچے تھے اور جب ہمکو یہاں نہ پایا تو اسی بیتابی و بیقراری کے جوش میں تنہا پو کر کے پیدل ہی ہمارے پاس ہوشیارپور جا پہونچے تھے اور جب وہاں سے واپس ہونے لگے تو اس وقت ہم سے جدا ہونا آپکو بڑا شاق گذرتا تھا اب تو ایسا وقت آ گیا ہے کہ آپکو آگے ہی قدم مارنا چاہیے نہ یہ کہ الٹا تساہل و تکاہل میں پڑیں اب تو زمانہ بزبان حال کہہ رہا ہے اور نشانات و علامات سماوی باواز دہل پکار رہی ہیں۔ ؎

چنیں زمانہ چنیں دور ایں چنیں برکات
تو بے نصیب روی وہ چہ ایں شقا باشد
فلک قریب میں شد ز بارش برکات
کجا طالب حق را یقین فرا باشد
بجز اسیر عشق جز کسے ہائی نیست
پدر دا او بہ مرض دوا باشد

غرضیکہ پوری مستعدی و ہمت سے استقلال دکھلاویں یہ آثار پژمردگی ہیں بر محل معلوم نہیں ہوتے بہا انکا یہ ہے تو ایک قسم کا آستانہ ایزدی پر رہنا ہے اس حوض کوثر سے وہ آب حیات ملتا ہے کہ جسکے پینے سے حیات جاودانی نصیب ہوتی ہے جسپر ابد الآباد تک موت ہرگز نہیں آ سکتی۔ اچھی طرح کمر بستہ ہو کر پوری استقلال سے اس صراط مستقیم کے راہرو بنیں اور ہر قسم کی دنیوی مرکادٹوں اور نفسانی خواہشوں کی پرواہ نہ کر کے امور تعالےٰ کے صادق مامور کی پوری بیعت کریں تاکہ حکم کُونُوا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کی فرمانبرداری کا سنہری تمغہ آپکو حاصل ہو۔ یاد رکھیں کہ راستی و صداقت کے فرزند ہمیشہ جاہ و جلال کے تاج زریں کے وارث ہوا کرتے ہیں راستبازی کے حاسد دشمنوں کا جو انجام ہوا کرتا ہے وہ بھی پوشیدہ نہیں۔ ؎ بسوز ناکمتنور رسیصدق در رہ یار ٭ ہمیں آنکہ گر نہ زدہ از فنا باشد

معلوم نہیں کہ آپکو جہلم سے کیوں انس ہے حالانکہ اسکے ہم نسبتی کو خدمت کرنیکے بعد تو جہل ہی جہل رہ جاتا ہے۔ بھلا فہم و ذکا کو جہل سے کیا نسبت؟

مولویصاحب نے عرض کی کہ حضور! واقعی یہ تو سچ ہے کہ جہلم بمعنی جہل من ہی ہے آخری میم نسبتی ہے فرمایا کہ جب یہ حال ہے تو ایسے جہل کو ترک کرنا چاہیے وہاں کی رہایش کو یہاں کی رہایش پر کسیطرح بھی ترجیح نہیں ہو سکتی پھر اس حالت میں کہ من اللہ کی صحبت نہایت ضروری بلکہ مغتنمات سے ہے خوش قسمت وہ جنکو یہ نعمت غیر مترقبہ نصیب ہو۔ جو شخص سب کچھ چھوڑ کر اس گاہ آکر آباد نہیں ہوتا یا کم از کم ایسی تمنا دل میں نہیں رکھتا اسکی حالت کی نسبت مجھے بڑا اندیشہ ہے کہ مبادا وہ پاک کرنیوالے تعلقات میں ناقص نہ رہے۔ اپنے گھروں وطنوں اور املاک کو چھوڑ کر میری ہمسائیگی کیلیے قادیان میں بود و باش کرنا اصحاب الصفہ کا مصداق بننا ہے اور یہ تو ایک ابتدائی مرحلہ نہیں ہے ہر وہ بندگان خدا کو تو اگر اس سے بھی صد ہا درجہ بڑھ کر دشواریوں و مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہے وہ انکی پرواہ نہیں کرتے بلکہ وفور جذبہ عشق محبوب حقیقی سے آگے ہی قدم مارتے ہیں اور اپنا تمام دھن من تن اسی کی راہ میں صرف کر دینے کو عین اپنی سعادت و خوش قسمتی سمجھتے ہیں اور یہی انکا مقصود بالذات ہوتا ہے کہ دنیوی علائق کے جالوں کو توڑ کر امداسکے بہندوں سے مخلصی پا کر اس جسم سماوی کی جامع ذات ستودہ صفات کی آستانہ سراپا برکت تک پر پہونچنے کا شرف حاصل کریں۔ ؎

نا بد از رہ جانان خود لب ز خیال
اگرچہ سیل مصیبت بزور ما باشد
براہ یار عزیز از بلا نہ پرہیزند
اگرچہ در رہ آں یار اژدہا باشد
بدولت دو جہاں سر فرو نمی آرند
عشق یار دل ایشاں مبتلا باشد

میں پھر توجہ دلاتا ہوں کہ در حقیقت مول استقامت ہی ہے کلام مجید میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا یعنی جو اللہ کیطرف آ جاتے ہیں وہ صرف اسقدر کہی کا منہ پر نہیں آتے بلکہ اس صراط مستقیم پر استقامت بھی دکھلاتے ہیں نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ تطہیر و تنویر قلوب کی منزلیں طے کر لیتے ہیں اور بعد انشراح صدر کے جو اللہ کے فضل سے انکو حاصل ہوتا ہے اللہ انکو اپنی خاص نعمتوں سے متمتع فرماتا ہے محبت و ذوق الٰہی انکی غذا ہو جاتی ہے مکالمہ الٰہی۔ وحی۔ الہام و کشف وغیرہ اعطا الٰہی سے مشرف و بہرہ مند کیے جاتے ہیں درگاہ رب العزۃ سے طمانیت و سکینت انپر اترتی ہے۔ حزن و مایوسی انکے نزدیک نہیں پہنچتی۔ ہر وقت جذبہ محبت و ولولہ عشق الٰہی میں سرشار رہتے ہیں گویا لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ کے پورے مصداق ہو جاتے ہیں سعادت من قال ؎

کلید نہمہ دولت محبت است و وفا
خوشا کسیکہ چنیں گنج در بغل باشد

غرض استقامت بڑی چیز ہے۔ استقامت ہی کی بدولت تمام گروہ انبیاء ہمیشہ مظفر و منصور و بامراد ہوتا چلا آیا ہے ذات تقدس مآب باری تعالیٰ کے ساتھ ایک خالص ذاتی تعلق و گہرا پیوند قائم کرنا چاہیے جب یہ تعلق پورا قائم ہو جاوے پھر ہر ایک قسم کے خوف و خطر سے انسان محفوظ و مطمئن ہو جاتا ہے اور انشراح صدر کے بعد تمام بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ صرف اسلیے کہ انکو ہر کہ در ایزدی یا فت باز برنگردد تا وقت پر حق الیقین ہو جاتا ہے اور اسکی بہ ثمر تاثیرات انکے لوح قلب پر منقش ہو جاتے ہیں اور انکے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی ہوتی ہیں اور بوجہ استیلائے محبت و نقش الٰہی و شہود عظمت و جلال ذات کبریائی ان کے قلب سلیم کا ہی ورد ہو جاتا ہے۔ ؎

دلا چنیم حکایت کن نہ از روم
کہ دارم دلستانی اندریں بوم
چہ روئی خوب او آید بیادم
فراموشم شود موجود و معدوم

آپ اپنے سارے جسم و جان روح و روان کے ساتھ اللہ کے ہو جائیں پھر خدا تعالیٰ خود بخود تم سب کا حافظ و ناصر معین و کارساز ہو جاویگا۔ چاہیے کہ انسان کے تمام قوی آنکھ۔ کان۔ دل۔ دماغ۔ دست و پا جملہ متمسک باللہ ہو جاویں انمیں کسی قسم کا اختلاف نہ رہے یہی ہیں تمام کامیابیاں و نصرتیں ہیں یہی اصل مراقبہ ہے اسی سے حرارت قلبی و روحانیت پیدا ہوتی ہے اور اسی کی بدولت ایمان کامل نصیب ہوتا ہے۔

سب سے اول تو انسان کو اپنا مرض معلوم کرنا چاہیے جب تک مرض کی تشخیص نہو علاج کیا ہو سکتا ہے؟ یہ نوہ حالت ہے جبکہ انسان نفس امارہ کے زیر حکم چلتا ہے اسوقت صرف محرکات بد یعنی شیطان ہی کی اسپر حکومت ہوتی ہے اور نہیں۔ دوراُفتادہ ہلاک ہونیوالی ناپاک روحوں کا اسپر قبضہ ہوتا ہے اس سے ذرا اوپر انسان ترقی کرتا ہے تو اسوقت اسکا اپنے نفس کے ساتھ ایک جہاد شروع ہو جاتا ہے اسکی اس حالت کا نام لوامہ ہے اسوقت اگرچہ محرکات بدی کے اسکو پوری مخلصی نہیں ہوتی

مگر محرکات نیکی یعنی ملائکہ کی پاک تحریکات کی تاثیریں بھی اُسپر مؤثر ہونے لگجاتی ہیں۔ ان نیک تحریکات کی قوت وطاقت سے نفس امارہ سے اسکی ایک قسم کی کشتی ٹوٹ جاتی ہے اور اُنکی مدد سے تحریکات بدی پر غلبہ پاتے پاتے زینہ ترقی پر چڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور اگر فضل ایزدی شامل حال ہو تو بتدریج ترقی کرتا جاتا ہے آخر کار اس نفس لوامہ کی کشتی جیت لینے پر تمام تحریکات بدی کو مغلوب کر لیتا ہے اور اس مرحلہ سے اوپر چڑھنے پر وہ ناپاک رذیل بُری تحریکات کے نتائج بدسے بالکل محفوظ ہو کر امن الٰہی میں آجاتا ہے یہ حالت کامیابی و ظفر مندی و فائز المرامی کا نام مطمئنہ ہے اس وقت وہ ذات باریتعالیٰ سے آرام یافتہ ہوتا ہے اور اسی منزل پر پہونچکر سالک کا سلوک ختم ہو جاتا ہے تمام تکلفات اُٹھ جاتے ہیں اور بلحاظ مدارج روحانیت کے یہی حد انسانی جہد کی انتہا اور اسکا مقصود ذاتی ہوتا ہے اس گوہر مقصود کے حصول پر وہ پورا کامیاب و فائز المرام ہو جاتا ہے ہماری **بعثت** کی علت غائی بھی تو یہی ہے کہ راستہ سے دل جاناں کے بھولے بھٹکوں۔ دل کے اندھوں۔ جذام شکل کے مبتلاؤں۔ ہلاکت کے گڑھے میں گرنیوالوں کو پابانوں کو صراط مستقیم پر چلا کر وصال ذات ذوالجلال کا شیریں جام پلایا جاوے۔ اور عرفان الٰہی کے اُس نقطہ انتہائی تک اُنکو پہنچایا جاوے تاکہ انکو حیات ابدی و راحت دائمی نصیب ہو اور وہ جوار رحمت ایزدی میں جگہ لیکر مست و سرشار رہیں ہماری **معیت** اور صحابت کی پاک تاثیرات کے ثمرات حسنہ بالکل صاف ہیں ہاں اُنکے ادراک کیلیے فہم رسا چاہیے اُنکے حصول کیلیے رشد و صفا چاہیے ساتھ ہی استقامت کیلیے اتقا چاہیے ورنہ ہماری جانب سے تو چار دانگ عالم کے کانوں میں صدے کھول کھول کر منادی ہو رہی ہے ؎

بیا مرم کہ رہ صدق را خشانم ۔ بدلستان برم از کہ یار سا باشید
کسیکہ سایہ بال ہماش سود ندکہ ۔ بیا بحرش کہ دور روے نظر با
نگو کہ ردی خزان اگہی نخواہد دید ۔ بیا غ راست اگر قسمت سا باشد

ہمنے تو اس مائدہ الٰہی کو ہر کس و ناکس کے آگے رکھدیا ہے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا اگر آگے کی اپنی قسمت! وما علینا الا البلاغ۔ اس سے تھوڑی زمانہ پہلے بڑے بڑے علما لکھ گئے ہیں کہ مہدی معہود و مسیح موعود کی آمد کا زمانہ بالکل قریب ہے بلکہ بعض نے اسکی تائید میں اپنے مکاشفات بھی لکھے تھے جب اُس نعمت کا وقت آیا تو تمام یہودی سیرتوں نے اُسکے قبول کرنے سے اعراض کر لیا ہوا و صرف انکار پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ تکذیب پر ایسے تلے ہوئے ہیں کہ جسکا کوئی حد نہیں مخالفت کا کوئی پہلو چھوڑ نہیں کہا ہر وہ البتہ یہودیت کو عمل میں لایا جا رہا ہے ہر وقت فساد و شرارت کا بازار گرم کیا ہوا ہے کوئسا ایذا و تکلیف دہی کا راستہ ہے جو انہوں نے اختیار نہیں کیا ہماری شریعت اسلام کی توہین اور مقابلہ میں دل و دماغ سنبھالنے کیلیے کوئسا سامان ہے جو اُنکے اسباب دوڑ دھوپ کی مخالفت سے بچ رہا ہو استہزا و تضحیک کا کوئسا پہلو باقی چھوڑا گیا ہے حسرة علی العباد مایاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون مگر انکی ذرہ پرواہ نہیں اور یہ مکاریاں کچھ بھی عند اللہ وقعت نہیں رکھتیں چہ جائیکہ انکو کبھی کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب ہو ؎

چراغیکہ ایزد برفروزد ۔ ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

سچ پوچھو تو انکی یہ مخالفتیں ہماری اشرزمہ کامیابی کیلیے کھاد کا کام دے رہی ہیں کیونکہ اگر مخالفوں سے میدان صاف ہو جاوے تو اس میدان کے مردان کارزار کے جوہر کسطرح ظاہر ہوں اور انعامات الٰہی کے غنیمت اُنکو کسطرح حصہ نصیب ہو اور اگر اعدا کی مخالفت کا بحر مواج پایاب ہو جاوے تو اُسکے غواصوں کی کیا قدر ہو اور وہ بحر معانی کے بے بہا گوہر کو کسطرح حاصل کر سکیں ؎

گر نبودی در مقابل روے مکروہ یاد کس چہ دانستی جمال شاہد گلفام را
گر نبودی بخصم کار در جنگ بنزد کر شدے جوہر عیاں شمشیر خون آشام را

اس مخالفت کا کوئی ایسا ہی سر معلوم ہوتا ہے ورنہ انکی مخالفت کی اور ذکر عند اللہ کیا قدر رکھتی ہیں اُس ذات قادر مطلق کا تو صاف حکم ہے ان حزب اللہ هم الغالبون اور اس جنگ و جدال کا آخری انجام بھی بتا دیا ہے العاقبة للمتقین مگر افسوس کہ باینہمہ کوئی نا عاقبت اندیش نہیں سمجھتے حالانکہ اس نصرت الٰہی و تائید ایزدی کا ہمیشہ مشاہدہ و تجربہ ہی ہوتا رہتا ہے اور انکی ذلت و حسران و نامرادی کا انجام بھی کوئی پوشیدہ نہیں ہے کیوں نہو ؎

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس رہ کو اُڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

قطع نظر ان یہودیت مجسم مولویوں و خشک ملاؤں کی موجودہ زمانہ کے **فقرا** کا گروہ بھی کچھ کم نہیں ہے ان میں ریاکاری و ذاتی اغراض کی ایک زہر ہیتی ہے جو آخر کار انکو ہلاک کر ڈالتی ہے۔ انکا ہر ایک قول و فعل و عمل انکے نفسانی اغراض کے تابع ہوتا ہے اور سبمیں کوئی نہ کوئی پنہاں در پنہاں ذاتی غرض مرکوز خاطر ہوتی ہے۔ مثلاً خواہش شہرت و طلب دنیا و جاہ طلبی وغیرہ وغیرہ تاکہ لوگ انکی طرف رجوع کریں اور انکی دنیوی عزت و مال و متاع میں ترقی ہو جس سے اپنے نفس امارہ کو خوش رکھیں یہ ایسا سم قاتل ہے کہ اسکا انجام ہلاکت ہے بعض اُنمیں سے زمین کھود کر چلہ کرتے ہیں نہ یہ حکم الٰہی ہے اور نہ سنت طریق نبوی ریاکاری و مکاری کا خود تراشیدہ ایک خاص ڈھنگ ہے تاکہ لوگوں کو دام تزویر میں لایا جاوے اور یہی اسکی دلی غرض ہوتی ہے۔ انکی ایسی عملوں کی مثال میدانی سراب جیسی ہے کہ دور سے تو خوشنما مصفا پانی دکھائی دیتا ہے مگر نزدیک جانے پر اسکی اصل حقیقت کھلجاتی ہے کہ وہ صرف آنکھوں کا دھوکا تھا اُسوقت تشنگان آب زلال کو بجز حسرت و پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ایسے ریاکاروں کو جہنم سے حصہ ملتا ہے کیونکہ [illegible] ہے وہ بالکل بیگانہ اور کورے باطنی سے پاک ناآشنا ہوتے ہیں وہ معرفت الٰہی سے دل کے مردہ اور تن کے زندہ ہوتے ہیں شاید ایسوں ہی کے لیے یہ خطاب ہے ؎

کاملان حی اند در زیر زمین ۔ تو نگور بر باحیات آہنین

انکی موت کیحالت خوام کا تو تعامرے بدتر ہوتی ہے کیونکہ عوام تو سیدھے پن سے جیسا انکی سمجھ میں آتا ہے ویسا ہی عمل کر لیتے ہیں انکی طبیعت میں کوئی تکلف نہیں ہوتا بلکہ سادگی سے دین الٰہی پر چلتے ہیں مگر یہ موجودہ فقرا کا گروہ عمداً اغراض نفسانی کو ملحوظ خاطر رکھکر ان تمام ریاکاریوں کو ایک مزورانہ طلسمات کے رنگ میں ظاہر کرتا ہے انہیں عاقبت کی کچھ پرواہ نہیں ؎

منازیا کلہ بندو خرقہ پیشمیں ۔ کہ زہد ولن طمع قریب باشد

سو ہماری جماعت کو چاہیئے کہ ایسے نفسانیات سے اپنے آپ کو بچا دیں اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ کی راہ اور سنت نبوی پر محکم قدم رکھکر چلیں تاکہ منزل مقصود پر پہونچنے کیلیے انکو کوئی روک حائل نہ ہو اور یہ چند روزہ زندگی رائگاں نہ جاوے جو آخرت میں سخت ندامت و ذلت و حسرت کا باعث ہووے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو توفیق دیوے کہ وہ محض ابتغاء لمرضات اللہ کی غرض سے راہ مستقیم پر چلکر منزل مقصود پر پہونچ جاویں اور تخلیق انسانی کے اصل مدعا کو پورا کریں آمین ثم آمین۔ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء

نوٹ

واضح رہے کہ یہ مستثنائے ایک شعر کے جو سرعنوان درج ہے باقی اشعار مندرجہ مضمون ہذا اعلیحضرت جناب امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اثناء تقریر میں نہیں فرمائے ہیں گو چونکہ بجز ایک شعر

بمنزل جاناں رسد بہمان مردی
کہ سہمہ دم در تلاش او ودوان باشد

کے جو بوقت تحریر مضمون ہذا کے بیساختہ روانی طبع سے و حضر کے منہ سے نکل گیا ہے باقیماندہ اکثر اشعار خود حضرت اقدس ہی کی زبان گوہر فشاں سے سنے ہوئے ہیں اور ان مواقعات پر چسپاں بھی تھے اسواسطے مناسب ہوا کہ یہاں لکھدیے گئے ہیں اور بذات خود بھی یہ حقائق معارف کا ایک خزینہ ہیں وثوق کامل ہے کہ انکا ان مواقعات مناسبہ پر چسپاں ہونا بفضلہ تعالیٰ بہت سے سعید فطرت و راستی پسند طبایع کو کشتیف حقائق و تکمیل دقائق میں مدد دے گا جس سے اُنکو احقاق حق و ابطال باطل کی توفیق ملے گی۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو آمین ثم آمین۔ والسلام۔

کمترین الہ داد احمدی
کلارک ضلع شاہ پور
حال قادیان شریف

الحکم ... پریس قادیان ... باہتمام ... چھپا

دی ہولی وار یعنی جہاد

ذیل میں اخبار ڈیلی نیوز لندن کے ایک انصاف پسند مضمون نگار کے مضمون کا جو اس نے زیر عنوان بالا لکھا ہے ترجمہ ہے۔ مذہبی لڑائیوں "جہاد" وغیرہ کے متعلق آزاد خیال یورپ تعصب سے بری نہیں ہے یہاں تک کہ وہاں کے مورخ بھی بیشتر بری نہیں ہیں جنکا اہم کام بلا تعصب صداقت کی تحقیق اور صحیح نتائج کا اخذ کرنا اور مرتب کرنا ہے اور آنے والی نسلوں کو زمانہ ماضی کی حقیقت کا مرقع اس طرح دکھانا ہے جیسے کہ ایک ڈراماٹسٹ اپنے تھیٹر میں واقعات کی حقیقت دکھاتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ڈراما افسانہ قصہ اور کہانیوں۔ تصورات۔ جذبات اور قیاسات کے مجموعہ کا نتیجہ ہے۔ اور تاریخ حقیقی واقعات اور ان کے نتائج اور فلسفہ کا باترتیب مجموعہ۔

یہ امر قابل غور ہے کہ اہل یورپ اس نقص یعنی متعصبانہ تحقیق کے علم سے معذور ہیں یا اس کے علاج سے معذور ہیں؟ فلسفہ نفسیات انسانی سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے خیالات اور اعتقادات میں کہاں تک آزاد ہو سکتا ہے اور آزاد ہو سکتا ہے تو صرف اعلیٰ درجہ تک آزادانہ تحقیق اور تعلیم سے۔ جو دماغ کہ تعصبات اور توہمات میں پرورش پایا ہے جسکی گھٹی میں یہ باتیں پڑ گئی ہیں وہ ان کے اثر سے کیونکر بچ سکتا ہے کیونکہ جو ابتدا سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے وہ ایسا دیکھا اور سنا ہے کہ مٹانے سے نہیں مٹ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود تعلیم کے سچا آزاد خیال نہیں ہو سکتا۔ اور بیدا کرنے کے حقیقی آزاد خیالی پیدا نہیں ہو سکتی اور بچپنے کی تربیت کے بعد دل و دماغ میں تقویت اور استقلال پیدا نہیں۔ خیالات کی جمع و تفریق اور ترتیب اور تنقیح کی پیدا ہوئی اور انسان صاحب فکر و خیال کہلانے کے لائق ہوا تو مدارج تحقیق کرنے کے لیے حقیقت شناسی کی طرف قدم رکھتا ہے۔ یہاں عام فطرت انسانی آزاد خیالی پر پہنچتی ہے ؎

ہے کشمکش یہ فریب ہوائے گل
بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل

تحقیق میں غرض شامل حال ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ دماغ تحقیق کرنے چلا ہے جو تحقیق سے پہلے نتیجہ تحقیق اپنے دل میں ٹھیرا لیتا ہے۔ وہ ایک ایسی چیز کی تحقیق میں چلا ہے جسکو تحقیق کرنا چاہتا ہے جسکو وہ صحیح یا غیر صحیح سمجھتا ہے اور اگر اس کے ارادہ خیال کے موافق نتیجہ تحقیق نہ نکلے تو اسکو رنج یا افسوس یا کم از کم تعجب ہوتا ہے۔ البتہ تحقیق مجہول میں شاید یہ کیفیت مرتب نہ ہو۔ اگرچہ مثالیں اس ترکیب عام کے خلاف ہیں تو وہ ہمارے قول کی مؤید ہیں۔ اس عام خاصہ بشریت کی روشنی اگر ہم یورپین خیال جہاد جنگ مذہبی پر ڈالیں تو حقیقت کا بھرم کھل جائے جن ممالک میں قصہ اور کہانیاں گیت اور نظمیں جہاد کی برائیوں۔ صلیبی لڑائیوں کے متعلق مسلمانوں کی مذمت۔ مسلمانوں کے ظلم و تعدی۔ قلع و قمع بے رحمی اور دغا بازی کی موجود ہوں۔ جہاں محاورں میں یہ خیال بھرا ہوا ہو جہاں بچپن سے ان باتوں کے کان آشنا ہو جاتے ہیں۔ اور جہاں عین تمیز میں مسلمانوں کی موجودہ ذلیل اور شرمناک زندگی ان سب باتوں کی تطبیق کرتی ہے اور ثابت کرتی ہے۔ وہاں کے عوام کا جو خیال اسلام اور جہاد وغیرہ کے متعلق ہو تھوڑا ہے اور وہ اس خیال کو صاف بیخ سے معذور ہیں۔

سب پایہ جہاں مسلمانوں کی مذہب کاتیز سے علم اور فضل کا ایسا سکہ بیٹھا یا تھا کہ تمام اقوام یورپ اس کے اثرات سے متاثر ہوئیں جبل الطارق کی چوٹی سے جو روشنی اپنی شعاعیں دور دراز ملکوں میں ڈالتی تھی وہ رنگ خانہ عالم میں اپنی جھلک دکھا کر تاریکی اور اس کا امتیاز کرا دیتی تھی۔ وہ تو ایسے حس جو تاریکی میں رہ کر تاریکی کے احساس کو بھی دفعۃً دکھ چکے تھے۔ اس روشنی کی جھلک سے اپنی اور اپنے گرد و نواح کی حالت کو محسوس کرتے تھے۔ باینہمہ خاص اس ملک میں جب قوم نصاریٰ کے اس زمانہ کے قصوں اور کہانیوں پر نظر پڑتی ہے تو کچھ اور ہی عقدہ کھلتا ہے مسلمان اسقدر جابر اور ظالم مشہور تھے کہ عیسائی بوڑھی عورتیں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو عرب کے نام سے ڈرایا کرتی تھیں اور عرب کو تادیب کا تازیانہ بنا رکھا تھا بچے نے جہاں نام سنا اور سہم گیا۔ جس ملک میں اعلیٰ اسلامی تہذیب کا پرچم مدتوں تک لہرایا۔ جب وہاں کا یہ حال ہو تو دور دراز کے ملکوں کا جن سے اس زمانہ کے عربوں کا سابقہ بہت ہی کم پڑا جو حال ہو تھوڑا ہے۔ عدم واقفیت گناہ ہے۔ مگر جہاں عدم واقفیت کی عدم واقفیت ہو وہاں کیا ہے؟ یہاں گناہ نہ ہوگا۔ ایک عام غلطی مذہب بالاصول اور مذہب بالعمل کے امتیاز میں واقع ہوتی ہے۔ مذہب کے سمجھنے کا عام طریقہ پیروان مذہب کے افعال و اقوال کو ذریعہ ٹھیرانا ہے اس طریق کا اختیار کرنا صرف غلطی ہی نہیں ہے بلکہ حماقت اور آگے چلکر ظلم بھی ہے۔ آجکل کے مسلمان مذہب کی روح اور مغز سے بے تعلق ہو گئے اور جسم اور چھلکے پر فریفتہ ہیں۔ یہاں تک بھی غنیمت تھا مگر جہاں دونوں باتیں نہیں اور خراب اور بیہودہ عادات و اطوار ذلیل اور شرمناک حرکات کے مرتکب ہیں اُن کا خدا حافظ ہے۔ اگر ان کی حالت قرآن کی تعلیم کا معیار قرار دیجاوے تو ہم علیحدہ بیٹھ رکھ سکتے ہیں۔ صلیبی لڑائیاں۔ جہاد! کیا ان پر کافی کتابیں موجود نہیں جس سے مسلمان اہل الرائے کی طرف سے جواب مل سکتا۔ یہ بڑا اندھیر ہے کہ ایک کتاب کسی مسئلہ پر لکھی جاوے اور جب اُس کا رد ایک اور کتاب سے ہو جائے پھر بھی وہ پہلی کتاب رائج اور موجود اور زندہ رہتی ہے۔ مصنفوں اور کتب فروشوں کو چاہیے کہ اس کتاب کی اشاعت بند کر دیں۔ تاکہ بیچارے انجان لوگ دھوکا نہ کھاویں۔

بیشک جو لوگ زمانہ کے رنگ اور زمانہ کے اثر کا لحاظ نہیں کرتے اور ہر چیز کو خواہ وہ باوا آدم کے وقت کی کیوں نہ ہو۔ حال کی قیاسی انتہائی خوبی کی کسوٹی پر کستے ہیں زمانہ ماضی کو زمانہ ماضی میں ہوکر نہیں دیکھتے بلکہ بلا لحاظ زمانہ مستقبل میں بیٹھکر دیکھتے ہیں جو مذہب کے جوش کو ایک محض حقیقت ہی چیز سمجھتے ہیں اور اس لیے صلیبی لڑائیوں کو وحشیانہ جبر و جہد بتاتے ہیں اور اس لیے مسلمانوں کو بلکہ مذہب اسلام کو وحشیانہ طریقہ اور خونخوار مذہب بتاتے ہیں۔ وہ انصاف کا خون کرتے ہیں۔ کیا عیسائی اپنے گریبان میں منہ ڈالکر نہیں دیکھتے بھر لیے ؎

در عاقل را بنا شد کین و پیکار
نہ دانائے ستیزد با سبکبار
وگر از ہر دو جانب جاہلانند
اگر زنجیر باشد بگسلانند

کیا قوم نصاریٰ اس الزام سے بری ہو سکتی ہے جس کے مرتکب مسلمان ان کی رائے میں ہیں؟ کیا صلیبی لڑائیوں میں قوم نصاریٰ نے اسی شوق و ذوق۔ جوانمردی اور جان فشانی کے ساتھ کام نہیں لیا جس میں مسلمان بھرے ہوئے تھے؟ کیا وحشیانہ اور ظالمانہ قتل و خون کے حامی مسلمان تھے عیسائی نہ تھے؟ اگر نہیں تو دو فریق کی کشمکش کیونکر ہو گئی؟ باقی آئندہ

کہ اس قسم کا کوئی متقدمہ تاریخ سے ثابت نہیں تو ساتھ ہی اس کے یہ ماننا پڑا کہ سید عبد القادر جیلانی ولی اللہ کی نسبت جسقدر احیاء موتیٰ کے متعلق قصے اور افسانے مشہور کئے جاتے ہیں یہ سب افتراء اور بادہ گو لوگوں کی بناوٹیں ہیں۔ جو جاہل لوگوں کے سُنانے اور اون کی جیبیں خالی کرنے کے لئے افتراء کئے گئے ہیں ورنہ سید عبد القادر جیلانی ولی اللہ جیسے بزرگ اور عالم کب ایسے فرضی مسئلہ سے خاموشی اختیار کرتے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی مردہ زندہ نہیں ہو سکتا تو پھر ان قرآنی آیات مندرجہ ذیل جو تعداد میں پانچ ہیں کیا مراد ہے۔ (۱) واذ قال ابراہیم رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ۔ قال اولم تؤمن۔ قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی قال فخذ اربعۃ من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءاً ثم ادعھن یاتینک (۲) واذ قلتم یاموسیٰ لن نؤمن لک حتیٰ نری اللہ جھرۃ فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون ثم بعثنٰکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون۔ پارہ اول سورۃ بقر رکوع ۶۔ (۳) اوکالذی مر علیٰ قریۃ وھی خاویۃ علیٰ عروشھا قال انیٰ یحیی ھٰذہ اللہ بعد موتھا فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت قال لبثت یوماً او بعض یوم۔۔۔۔۔۔ یوم قال بل لبثت مائۃ عام فانظر الیٰ طعامک و شرابک لم یتسنہ وانظر الیٰ حمارک ولنجعلک اٰیۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحماً۔ فلما تبین لہ قال اعلم ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر پارہ سیوم سورۃ البقر رکوع ۳۵ (۴) الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت۔ فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم ان اللہ لذو فضل علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون پارہ دویم سورۃ البقر رکوع ۳۲۔ (۵) واذ قتلتم نفساً فادّٰرءتم فیھا واللہ مخرج ما کنتم تکتمون۔ فقلنا اضربوہ ببعضھا کذالک یحیی اللہ الموتیٰ ویریکم اٰیاتہ لعلکم تعقلون۔ قرآن شریف میں یہ پانچ آیات ہیں جن سے لوگ استدلال پکڑتے ہیں کہ مردے زندہ ہوجایا کرتے ہیں مگر ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ یہ خیال لوگوں کا جو بات نہیں غلط ہے۔ (اوّل) ہم قرآن کریم کے دیگر مقامات سے ثابت کرچکے ہیں کہ مردے زندہ ہو کر نہیں آیا کرتے چنانچہ آیت حرام علیٰ قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون وغیرہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ موتیٰ کو زندہ نہیں کیا کرتا اور اوس کی تائید میں کثیر التعداد احادیث بھی بیان کی گئی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بڑے پیاروں کو اس امر کا وعدہ دیکر کہ مانگو تمکو تمہاری خواہش کے مطابق دیا جائیگا مگر جب اونہوں نے دُنیا میں واپس آنا چاہا تو قد سبق منّی انھم لا یرجعون جواب دیکر کہا کہ یہ میرے معاہدہ کے خلاف ہے یہ منظور نہیں ہو سکتا۔ جب قرآن کریم اور حدیث سے مردوں کے دوبارہ دُنیا میں آنیکا انکار ثابت ہوتا ہے تو پھر کیونکر ان آیات میں موت کے وہ معنے لے سکتے ہیں جو مخالفین لیتے ہیں۔

دوئم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد یعنی اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔ یہاں موکد طور سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں نے مردوں کو دنیا میں دوبارہ زندہ کرنے کو حرام کر دیا ہے۔ جب قسمیہ طور سے وعدہ کر چکا ہے تو پھر کیونکر اپنے وعدہ کے خلاف مردے زندہ کرتا ہے۔ سوئم اگر مان بھی لیں کہ عام طور سے مردے زندہ کرنے کی عادت الٰہیہ نہیں مگر خاص خاص موقع پر معجزہ یا کرامت نمائی کے طور اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیا کرتا ہے۔ تو پھر اوس کا یہ قانون۔ بموجب آیت ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً یعنی اگر قرآن شریف خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا۔ تو اوسمیں بڑا اختلاف پایا جاتا۔ ٹوٹ جاتا ہے اور سخت اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ ایک جگہ تو یہ کہے کہ پھر کر مرے ہوؤں کو زندہ نہیں کرینگے اور دوسری جگہ کہدے کہ فلاں فلاں موقع مردے زندہ ہوئے ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کے پاک کلام پر کیا اعتبار رہ سکتا ہے بلکہ انسانی کلام سے بھی اوس کا درجہ گر جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ قدوس اور پاک ہے اور سب نقصانات سے اوس کی باتیں سب پختہ اور پرحکمت ہیں اور اون میں ہرگز اختلاف نہیں۔ یہ انسان ضعیف البیان کی اپنی سمجھ کا کام ہے کہ وہ اپنی بے سمجھی سے ایسا خیال کر لیتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے محکم نظام میں کوئی بھی بات ایسی نہیں جو حرف گیری کے لائق ہو۔ لہٰذا اس اختلاف کے دور کرنے کیلئے قرآن شریف اور احادیث رسول کریم پر غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ موت کے معنے صرف وفات حقیقی کے نہیں بلکہ اور معانی بھی ہیں چنانچہ ذیل میں ہم اون کی فہرست دکھاتے ہیں (۱) موت بمعنے نوم جیسے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا۔ والیہ النشور یعنی اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں بعد سلانے کے زندہ کیا۔ (۲) موت بمعنی سکون جیسے اہل عرب بولتے ہیں ماتت الریح یعنی ہوا ٹھہر گئی (۳) موت بمعنے فقدان قوت نامیہ جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے یحیی الارض بعد موتھا۔ (۴) موت بمعنے زوال قوت حسیہ جیسے۔ یالیتنی مت قبل ھٰذا یعنی کاش اس سے پہلے میں بے حس ہو جاتا۔ (۵) موت بمعنے زوال قوت عقلیہ۔ اور وہ جہل ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے سورہ انعام میں اومن کان میتاً فاحییناہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منھا۔ یعنی ایک شخص جو مردہ تھا ہمنے اوس کو زندہ کیا یعنی اوسکو ایک نور علم و نور عقل عطا کیا جس سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے کیا وہ اوس جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اون سے نکلنے والا نہیں۔ (۶) موت بمعنے حزن و خوف جیسے یاتیہ الموت من کل مکان یعنی ہر مکان سے اوسکو خوف اور حزن طاری ہوتا ہے (۷) احوال شاقہ پر بھی موت کا اطلاق ہوتا ہے جیسے اول من مات ابلیس لانہ اول من عصیٰ (۸) فقر پر بھی موت کا [illegible] ہے جیسے قال اما تعلم ان الفقر ... یعنی کیا تو نہیں جانتا جس کو فقیر کر دیا اوس کو جیسے مار دیا۔ (۹) ذلت پر بھی۔ (۱۰) سوال پر بھی (۱۱) بڑھاپے پر بھی اطلاق آتا ہے۔ (۱۲) معصیت کے واسطے بھی موت کا لفظ آتا ہے۔ (۱۳) جنون اور سکر پر اس کا اطلاق آتا ہے۔ دیکھو مجمع البحار جلد دویم صفحہ ۳۲۲ و ۳۲۳

جبکہ لغت عرب سے موت کے متعدد معانی ہوئے اور نیز دیگر آیات قرآنیہ محکمہ سے ثابت ہو گیا کہ مرے ہوئے دوبارہ اس عالم میں زندہ نہیں ہو سکتے تو پھر ہمکو کیا ضرور ہے کہ ہم آیات متشابہات میں موت کے وہ معنے لیں جس سے تغیر و تبدل آیات محکمات میں لازم آوے اور آیات محکمات کے ساتھ متعارض و متناقض ماننا پڑے۔ اب ہم آیات متنازعہ فیہا میں بحث کرتے ہیں اور ہر ایک آیت پر الگ الگ بحث کرتے ہیں۔ اوّل آیت یہ ہے واذ قال ابراہیم رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ۔ قال اولم تؤمن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی قال فخذ اربعۃ من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علیٰ کل جبل منھن جزءاً ثم ادعھن یاتینک سعیاً واعلم ان اللہ عزیز حکیم ۝ ترجمہ جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو کسطرح مردوں کو زندہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے بجواب اس کے فرمایا کہ کیا تو ایمان نہیں رکھتا۔ کہا کہ ہاں ایمان رکھتا ہوں لیکن میں دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔ فرمایا جناب باری نے کہ چار پرندے لے اور اونکو اپنے ساتھ ہلا تو پھر جب ہل جائیں تو ہر ایک کو انمیں سے ایک ایک پہاڑ پر بٹھا پھران کو بلا وہ تیری طرف دوڑتے ہوئے آئینگے۔ پھر اوس وقت جان لیجیو کہ اللہ عزیز ہے یعنی سب پر بوجہ ربوبیت اپنی کی غالب اور ممتاز ہے اور وہ حکمت والا ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم جو ایک عظیم الشان نبی ہیں وہ عالم ارواح کے متعلق سوال کرکے اپنا اطمینان چاہتے ہیں اور خود عالم کون فساد میں ہیں۔ اگر یہ اس کے معنے لیے جائیں کہ مردوں کا زندہ ہونا آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے تو یہ امر قرین قیاس اور نبی کی شان سے بعید ہے ایسا سوال کرنا کیونکر دُنیا ایمان بالغیب کی جگہ ہے۔ ایسا سوال کرنا ایمان بالغیب کی حکمت کے منافی ہے اور نیز انبیاء اور اون کا عرفان اور یقین مکاشفات سے بڑھایا جاتا ہے۔ نہ کہ عام منکرین کی طرح خلاف فطرت نظاروں سے کیونکہ برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار۔ کیا انبیاء علیہم السلام عام ہوشیاروں سے بھی گئے گذرے ہوتے کہ موجودہ نظام عالم اور قوانین مستمرہ اونکے واسطے کافی ہدایت نہیں۔ کیا ابراہیم جیسے نبی اہل دانش میں سے نہیں تھے اون کو قدرت الٰہی کا عالم نظارہ کافی رہبر نہیں

خداوند کریم خود فرماتا ہے کہ ان فی خلق
السموات والارض واختلاف اللیل والنہار
لآیات لاولی الالباب ۔ پس لامحالہ یہ کہنا پڑا
کہ حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ سے قدرت الٰہی کے عام
نظارہ سے اپنی تسلی چاہتے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ
نے تعلیم دیا کہ تو چار پرندوں کو لیکر اون کو دانہ روزمرہ
ڈالکر اپنی طرف ہلانے جیسا لوگ پرندوں کو ہلایا کرتے
ہیں اور جب وہ ہل جائیں تو ہر ایک کو الگ الگ
پہاڑ پر بٹھا کر دانہ سے کر بلا وہ سب تیری طرف دوڑتے
ہوئے چلے آئیں گے۔ اس مثال سے یہ سمجھانا مقصود
تھا کہ جیسے اے ابراہیم دانہ کا تو خالق نہیں اور
نہ تو پرندوں کا خالق ہے دونوں چیزیں میری مخلوق
ہیں مگر تو نے انکو میری ہی چیزوں سے کھلا کر ایسا
گرویدہ احسان بنالیا کہ جب تو چاہے بلائے وہ تیری
آواز سنکر تیری طرف دوڑتے چلے آتے ہیں اور
میں رب العالمین ہوں اور ہر ایک چیز کے ذرہ
ذرہ کو میں نے پیدا کیا ہے اور ہر ایک چیز کے
ذرہ ذرہ تو ہمیشہ سے میری ربوبیت سے
پرورش پا رہے ہیں کچھ تھوڑی مدت سے
نہیں اس لئے میرا تصرف و احسان ہر ہر ذرہ و
اجزاء شئے پر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جب میں بلاؤنگا
تو میرے لاتعداد فوراً حاضر ہونگے۔ جبکہ
عارضی احسان دانہ روزہ پرورش سے اون میں
ایسی کشش تیرے ساتھ اون میں ہو گئی کہ وہ کسی
طرح سے تیری نافرمانی نہیں کرتے۔ تو میرے ابدی
احسان سے کیونکر وہ روگردانی کر سکتے ہیں۔ یہ استدلال
ایک فطرتی استدلال ہے جسکو فطرت کے ساتھ بہت
بڑی مناسبت ہے۔ اور اس استدلال کا نام اہل
اصول ۔ استدلال بدلالۃ النص نام رکھتے ہیں۔
اسی استدلال سے اثبات حشر اجساد کا ثبوت حضرت ابراہیم
کو دیا گیا۔ مخالف ایسے لوگ جو یہ کہتے ہیں۔ ثم
اجعل علی کل جبل منہن جزءاً کے یہ معنے
ہیں کہ حضرت ابراہیم کو حکم کیا گیا کہ اون کا قیمہ
کرکے تھوڑا تھوڑا ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھدے۔ یہ
اون کی بڑی غلطی ہے الفاظ قرآنی اس کے خلاف
ہیں صرھن الیک اس معنے کے مخالف ہے۔ کیونکہ
اس صورت میں ہلانے کی ضرورت کیا تھی۔ اور نیز
اس صورت میں نظم قرآنی یوں ہوتی۔ ثم
جزئہن واجعل اجزاءھن علی کل جبل۔ اے
نفس پرستو۔ اپنی خواہش کے بندو تم ایسی ہی
باتوں سے قرآن کریم کو خلاف محاورہ عرب و خلاف
فصاحت ٹھیراتے تمکو خدا کا خوف نہیں آتا۔ کہ
خداوند کریم کے کلام میں لفظی و معنوی
نقصانات و عیوب پیدا ہوتے ہیں۔
کہ تمہارے ایسے معانی بیان کرنے سے لفظی عیوب اور

معنوی نقائص کا دھبہ خداوند کریم کے کلام
معجز نظام پر لگتا ہے خدا سے ڈرو اور تحریف سے
توبہ کرو۔ یہودیہ کو چھوڑو۔ اب ہم دوسری آیت کے
معنے بیان کرتے ہیں۔ وہ آیت یہ ہے واذ قلتم
یاموسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ
فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون
ثم بعثناکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون
ترجمہ۔ اور جب تم نے کہا۔ اے موسیٰ ہم تجھپر ہرگز
ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم اللہ کو برملا نہ
دیکھ لیں پس تمکو بجلی نے پکڑ لیا اور تم دیکھتے
کے دیکھتے رہ گئے۔ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ غشی سے
ہوش میں لایا یعنی تمہاری آنکھیں کھلی تھیں لیکن
حس و حرکت نہیں کر سکتے تھے اور زبان سے کچھ
بول نہیں سکتے تھے۔ جب بجلی کڑک کیساتھ ظہور
کرتی ہے اس کو صاعقہ کہتے ہیں جب صدمہ رجعت
سے بجلی کسی انسان کو مبتلا کرتی ہے تو دفعتاً بےحس و
حرکت ہوکر مردہ کی مانند گر پڑتا کبھی ساتھ ہی غشی
اور بیہوشی بھی ہو جاتی ہے اور کبھی دفعتاً مر بھی
جاتا ہے۔ جب صدمہ انتشاری سے مبتلا کرے تو
گوشت و پوست کو جلا دیتی اور ہڈیوں کو توڑ دیتی اور
بڑے بڑے زخم اور چھالے پیدا کر دیتی ہے اس قسم کی
بجلی کا اثر ایک یا چند اشخاص پر محدود رہتا ہے مگر
صدمہ رجعت کی بجلی کثیر التعداد لوگوں پر
ظاہر کر سکتی ہے انتم تنظرون
الصاعقہ سے ظاہر ہوا۔ چونکہ یہ واقعہ بجلی کی
صدمہ رجعت سے ہوا۔ کیونکہ کثیر التعداد انسانوں
کا بےحس و حرکت ہوجانا پایا جاتا ہے زخموں کا ہونا
گوشت و پوست کا جلنا ہڈیوں کا ٹوٹنا مذکور نہیں
انتم تنظرون سے ظاہر ہے کہ ہوش قائم تھے
مگر حس و حرکت مارا گیا تھا۔ اور آنکھوں سے وہ اپنا
اور دوسروں کا حال دیکھ رہے تھے۔ اگر بیہوشی
کی حالت ہوجاتی تو دیکھنا بھی ناممکن تھا حس حرکت
کا مارا جانا ایک طرح کی موت تھا۔ اکثر مفسرین نے
موت سے مراد حقیقی موت لی ہے یہ معنے بیان الفاظ
کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمکو بجلی
نے پکڑ لیا یہ نہیں فرمایا کہ تمکو بجلی نے ہلاک کر دیا۔
پھر حالت یہ فرمائی کہ تم دیکھتے تھے یہ ایسی حالت
میں ممکن ہے کہ محض حس و حرکت مارا جائے اور ہوش
و حواس قائم رہیں بجلی زدہ ہونے کا لفظ موسیٰ
کی نسبت بھی آیا۔ وخر موسیٰ صعقا یعنی موسیٰ
بجلی زدوں کے طور پر گر پڑا یہاں پر بجلی زدگی سے
مراد موت نہیں ہے لفظ لغت سے بھی حقیقی موت
کا اشتباہ ہو سکتا تھا مگر یہ لفظ خواب سے اٹھانے
کے واسطے ہی مستعمل ہوا ہے جیسا کہ اصحاب
کہف کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فضربنا
علیٰ آذانہم عدداً ثم بعثناہم لنعلم ای

الحزبین احصیٰ لما لبثوا امداً چنانچہ معالم میں
درسورہ کہف لکھا ہے اے انمناہم و
القینا علیہم النوم (فی الکہف سنین عددا
ثم بعثناہم) اے انمناہم سنین معدودۃ
(ثم بعثناہم) یعنی من نومہم ۔ لفظ موت سے اگرچہ
حقیقی موت مفہوم ہوتی ہے مگر قرآن مجید اور حدیث کے
محاورات میں۔ لفظ موت ایسی حالتوں کے واسطے بھی
آیا ہے جس میں بعض قوے بیکار ہو جائیں مثلاً زندہ
مردہ کافروں کو موتیٰ سے مشابہت دی گئی ہے
خواب کو بھی ایک قسم کی موت فرمایا ہے بیدین انسان
بھی میت فرمایا ہے خوف سے جو بےحواسی طاری
ہے اوس کو بھی قرآن مجید نے موت سے تشبیہ
جیسا کہ آیت ذیل میں (فاذا جاء ھم الخوف
ینظرون الیک تدور اعینہم کالذی
علیہ من الموت ۔ پس اے ہمارے مخالفو
آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم
بجلی نازل کی اور بجلی کا خاصہ ہے کہ جس پر
ہے وہ بےحس و حرکت ہو جاتا ہے اور ایسی
سی حالت ہو جاتی ہے۔ اور اگر اون کی خبر گیری
بہت جلد ہوش میں آجاتے ہیں۔ آجکل
بھی ثابت ہوا ہے اور مشاہدہ میں آ
کہ بجلی زدہ دو گھنٹہ بعد اچھا ہو سکتا
آیت میں حقیقی موت مراد لینی بجز
اور کچھ حصول نہیں اور ساتھ ہی
معنے اگر کرتے ہیں وہ قرآن شریف
کی مخالفت کرتے ہیں جنہیں
گویا وہ قرآن شریف کو اختلافات
ہیں چند آیت لو کان من
لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً
لہذا اس آیت کے یہی معنی
بجلی کی وجہ سے بےحس و حرکت
ہوگئی تھی اور لغت
ہیں تو پھر کیونکر اس سے
کوئی یہ سوال کرے کہ
زندہ کرے اسی عالم
تو جواب اسکا یہ ہے کہ
میں فرماتا ہے (وما
یبعثون) اور
تک اوٹھائے جا
نے لکھا ہے جو
طرف سے گھ
اگر کوئی
ہے کہ اد
کے باپ
جواب
ترجمہ

ضروری نوٹ اور خبریں

دارالامان کا ہفتہ

اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ علی الارض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے تندرست ہیں۔ البتہ حضرت ام المومنین علیہا السلام کی طبیعت چند روز سے کسی قدر ناساز رہی ہے۔ حضرت ... ادی امۃ المنصیر کے انتقال کی خبر الحکم کے پچھلے پرچہ کے ذریعہ شائع ہو چکی۔ حضرت صاحبزادہ مبارک احمد سلمہ اللہ الاحد کی طبیعت بھی ... گئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے صاحبزادہ صاحب کو شفا عطا فرمائی الحمد للہ۔

جناب ڈاکٹر حافظ خلیفہ رشید الدین صاحب، جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، ... رحمت اللہ صاحب لاہور سے اور جناب ... جمیل خان صاحب گورداسپور سے تشریف ... صاحبزادہ صاحب کے علاج میں ڈاکٹر صاحبان ... جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

حکیم الامت کی طبیعت بدستور ضعیف ... بے آرام ہے تاہم آپ کی نفع رساں ... جب کرتی ہیں ضعف و ناتوانی میں ... الطلباء کے درس تدریس کا سلسلہ ... اسلام کا جواب مکمل ہو چکا۔

مولوی عبداللہ کریم صاحب کو ... اللہ تعالیٰ آرام ہے وہی شکایت ... جماعت کرا رہے ہیں اور دوسرے ... ہیں۔

... کا ایک عظیم الشان مضمون ... اجزو ہے الحکم کی ... اشاعت ... کر رہے ہیں آپ کی طبیعت خدا ... اس پیرانہ سالی میں بھی آپ ... و تالیف کے سلسلہ ... وسعی ہیں اللہ بھی برکت ...

... حالی و نعمانی نے ... ہے اس رسالہ کی ... مسیح کی وفات ... ایمان کتاب ... کتب ... صاحب ... بیمہ ... ل ... بیر

ترک اسلام کا جواب اور اس کی مفت اشاعت

ترک اسلام کی مفت اشاعت کے متعلق جو تجویز الحکم میں شائع ہوئی تھی اور جو تحریک خاکسار ایڈیٹر نے اسکو پانچ ہزار مفت اشاعت کے لیے کی تھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ قوم میں وہ قبولیت کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے اور اسکو منظور کیا گیا ہے۔ ہم اطلاع کے لیے لکھتے ہیں کہ ترک اسلام کی مفت اشاعت کا ایڈیشن ابھی طبع ہونا شروع نہیں ہوا۔ البتہ فروخت کے لیے حکیم فضل الدین صاحب طبع کر رہے ہیں۔

جس قدر درخواستیں مفت اشاعت کے لیے آرہی ہیں ان میں بعض ایسا بھی کیا گیا ہے کہ قیمت لاگت سے زیادہ نہ ہو حقیقت میں مفت اشاعت کے لیے یہ ضروری امر ہے اور اسپر ہی انشاء اللہ تعالیٰ پورا پورا عملدرآمد ہوگا۔ ترک اسلام کا جواب جو حضرت حکیم الامت نے لکھا ہے اور جو ہم مفت تقسیم کرنا چاہتے ہیں اگر وہ تین سو صفحوں تک بھی ہوگا تو عمدہ کاغذ پر خوشخط صحیح چھاپنے میں بھی اسپر چار آنے سے زیادہ فی نسخہ لاگت آنے کی ہرگز توقع نہیں ہے اور زیادہ سے زیادہ ۴ فی نسخہ لاگت آئے گی۔ چونکہ یہ چار پانچ ہزار کی تعداد مشین پر لاہور چھاپی جائے گی اس سے جلد چھپ جانے کی توقع کی جا سکتی ہے اس کے متعلق لاہور کی دکانی مشینوں کے ساتھ خط و کتابت کر لینے کے بعد اعلان الحکم میں چھاپ دیا جاوے گا اور اسوقت بتا دیا جاوے گا کہ کس قدر فی جلد کی لاگت آتی ہے۔ اسوقت ہر ایسے بزرگ کو جس نے اسکے مفت تقسیم کرنے کے لیے کاپیاں خریدی ہیں اپنے وعدہ کے موافق روپیہ بھیجنے کی اطلاع دی جاوے گی۔ اسوقت تک جس قدر درخواستیں آرہی ہیں وہ جمع کی جاتی ہیں اور مفت تقسیم کرنے کے لیے خریدنے والوں کی درخواستیں ایڈیٹر الحکم کے نام آنی چاہییں۔ کوئی روپیہ ابھی تک ترک اسلام کے متعلق نہ بھیجا جاوے۔

مختلف مسلمان سوسائٹیوں کے جلسے

ہمارے پاس انجمن نعمانیہ لاہور۔ ندوۃ العلماء اور محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کیطرف سے مطبوعہ اطلاعیں ان کے جلسوں کے متعلق وقتاً فوقتاً چھپنے کے لیے آتی رہی ہیں۔ ہم افسوس کرتے ہیں کہ بعض مصروفیتوں اور ان جلسوں کے بدیر شائع ہونے ...

... کی وجہ سے انجمن نعمانیہ اور کانفرنس کے اعلانات اب شائع کرنے بے سود از وقت ہیں کیونکہ ان کے جلسے اب بہت قریب ہیں اور اگرچہ ہم ان انجمنوں کے کام پر اعتراض نہ کرتے ہیں لیکن ان کے اشتہاروں کو ہمیشہ جگہ نہ دی ہے اس مرتبہ ہم مندرجہ بالا عنوان کی بنا پر قاصر رہے ہیں اور معافی چاہتے ہیں۔ ندوۃ کا جلسہ ابھی دیر بعد ہے اس لیے اس کا اعلان ذیل میں درج کر دیتے ہیں

اعلان

انجمن ندوۃ العلماء کا دسواں سالانہ اجلاس

دور اور نزدیک کے سب مسلمانوں کو نہایت خوشی سے اطلاع دی جاتی ہے کہ انجمن ندوۃ العلماء کا دسواں سالانہ جلسہ ماہ جنوری ۱۹۰۴ء اتوار اور اسکے بعد کے تین روز ون میں شہر مدراس میں منعقد ہو۔ انجمن معین الندوہ مدراس کے انتظامی مجلس منعقدہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں اتفاق آراء سے منظور ہو چکا ہے۔

غلام محمود مہاجر ناظم انجمن معین الندوہ مدراس

قواعد رکنیت ندوۃ العلماء

۱۔ ہر مسلمان کم از کم دو روپے سالانہ دے کر رکن ندوۃ العلماء میں شامل ہو سکتا ہے عطیہ کی مقدار ہر شخص کی مقدرت اور فیاضی پر موقوف ہے۔

۲۔ ارکان ندوۃ العلماء کے فرائض حسب ذیل مندرج ہیں (۱) احکام شرعیہ کا پورا احترام کرنا۔ (۲) باہمی اتحاد و ارتباط کو بڑھانا (۳) ندوۃ العلماء کے مقاصد و غرض کی انجام دہی میں پوری کوشش کرنا۔

۴۔ اراکین کو وہ کتابیں جو ندوہ کی رکنیت سے پہلے شائع ہو چکی ہیں پوری قیمت پر اور رسالہ رکنیت کی کتابیں یا نسخہ روداد کے نصف قیمت پر ملیں گی۔

۵۔ جو ذی علم کوئی مضمون کسی مقصد پر پڑھنا چاہیں وہ جلسہ کی تاریخ سے پندرہ دن پیشتر ناظم انجمن معین الندوہ مدراس کے پاس روانہ کریں۔

۶۔ رکنیت یا عطیہ وغیرہ کا مبلغ نشان ذیل پر روانہ کیا جائے۔ جناب الحاج محمد عبدالملک بادشاہ صاحب بہادر معتمد تو فیر مال انجمن معین الندوہ مدراس۔ کار خانہ حاجی محمد بادشاہ صاحب معرفت ... لین بیچ مدراس۔

۷۔ سوائے ارسال مبلغ کے باقی کل خط و کتابت نشان ذیل پر جناب خان بہادر غلام محمود صاحب مہاجر ناظم انجمن معین الندوہ مدراس چیپاک ترملکھری مدراس